ردِّ روافض
اردو

از

حضرۃ امام ربانی مجدد الف ثانی،

شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ





مدنی کتب خانہ۔ گنپت روڈ۔ لاہور

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

اہلسنت والجماعت کی ترجمان مفید و معتمد مستند متفقہ علماء پسندیدہ کتاب

ردِ روافض

اردو

از

مجدد الف ثانی امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ

ترجمہ

ناشر

مدنی کتب خانہ گنپت روڈ۔ لاہور

قیمت [illegible] روپے

بار اول

تعداد ایک ہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

دنیا میں حق و باطل کی معرکہ آرائی ازل سے ہوتی رہی ہے۔ باطل دجل و فریب، افترا، افتراکی طاغوتی اور نفسانی شرارت کی طاقت کے ساتھ حق کے سامنے جب بھی مقابل ہوا ہمیشہ ناکام و نامراد ہوا۔ اور حق صداقت و حقانیت کے ساتھ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو کر حق پرستوں کی رہبری و رہنمائی کرتا رہا ہے۔ ماضی میں روافض حق پرست مسلمانانِ اہلسنت والجماعت کے خلاف ظلم و ستم و تشدد کا بازار گرم کرتے رہے ہیں یہی وجہ ہے مشاہیر علماء امت نے علمی و تاریخی واقعات کی روشنی میں انہیں مسکت جوابات دیکر سرنگوں اور لاجواب کر دیا۔ زیر نظر کتاب رد رفض بھی اسی سلسلے کی ایک اہم علمی اصلاحی تاریخی و تحقیقی دستاویز ہے جسے دنیائے اسلام کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہٗ نے تالیف فرمایا۔ کتاب ہٰذا صدیوں سے نایاب تھی اول لکھنؤ نولکشور میں شائع ہوئی اس کے بعد پاکستان میں اردو ترجمے کیساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اب مکتبہ مدنیہ حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب مدظلہ العالی پی ایچ ڈی لندن سندھ یونیورسٹی کے شکریے کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔ امید ہے کہ مسلمانانِ اہلسنت والجماعت کے عوام و خواص مسلک اہلسنت والجماعت کی اس اہم دستاویز، عظیم شاہکار، نادر یادگار، علمی تاریخی و تحقیقی مرقع کو اپنے حلقہ میں اشاعت فرما کر دینِ حق کی تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دینگے۔

احقر محمد عثمان انبوری۔ خادم اہلسنت والجماعت ۲۱ شوال یوم جمعہ ۱۳۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضی والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد اکرم البشر المبعوث الی الاسود والاحمر کما ینا سب لعلو شانہ ویحری ذٰلک الخلفاء الراشدین المھدیین و ذریتہ واھل بیتہ الطیبین الطاہرین وسائر الصحابۃ المرضیین کما یلیق بمراتبھم العظمیٰ ودرجاتھم العلیا۔

اللہ ہی کے لیے ہے بیحد تعریف پاک برکت والی برکت اثر اور اس کی منشاء و مرضی کے موافق اور درود وسلام ہمارے سردار محمدؐ پر جو بزرگ ترین انسان ہیں اور تمام انسانوں کی طرف بلاتمیز رنگ و روپ بھیجے گئے ہیں۔ اور درود ایسی جو آپ کی شانِ والا کے مناسب اور موزوں ہو اسی طرح حضرات خلفائے راشدین مہدیین پر اور آپ کی پاک اولاد اور باقی صحابہ کرام پر ان کے بلند بلند مراتب و درجات کے مطابق

بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج و امیدوار علمائے اہل سنت و جماعت کا خادم احمد بن عبدالاحد العمری الفاروقی بر وئے نسب کہتا ہے کہ انہیں ایام میں میرے ہاتھ ایک رسالہ لگا جو شیعوں نے بوقت محاصرہ مشہد علمائے ماوراء النہر کے نام لکھا تھا اور یہ در اصل اس رسالہ کا جواب تھا جو علمائے موصوفین نے اس سے پہلے تحریر کیا تھا جس میں انھوں نے شیعہ کو کافر ٹھہرا کر ان کے قتل اور ان کے مال کی لوٹ کو مسلمانوں کے لیے جائز قرار دیا تھا۔

اس رسالہ شیعہ میں محض بیوقوفوں کو چکر دینے کے لیے چند لچر مقدمات مقرر کیے ہیں پھر پورے رسالہ کی کل کائنات یہ ہے کہ حضرات خلفائے ثلٰثہ کو کافر ٹھہرایا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زبان ذم و تشنیع کھولی ہے چنانچہ

ادھر کے بعض شیعہ طلباء ان پوچ مقدمات پر فخر و مباہات کرتے اور امراء و سلاطین کی مجلسوں میں ان مغالطوں کو شہرت دیتے تھے۔ گو میں عام مجلسوں میں اور مختلف بحثوں میں عقلی اور نقلی مقدمات کی رو سے زبانی ان تمام لغویات کی تردید کرتا اور سب کو ان کج فہمیوں کی صاف اور کھلی غلطیوں پر آگاہ کرتا مگر حمیت اسلام کا پاس کرتے ہوئے تردید و الزام کی صرف اس قدر کوشش کافی نظر آتی تھی اور بے کینہ سینوں کی بے چینی کے لیے یہ تسلی و تشفی کا کافی سرمایہ بہم پہنچا سکتی تھی۔ پھر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی پیش نظر تھی کہ آپ نے فرمایا:

جب فتنوں اور بدعتوں کا دنیا میں ظہور ہو اور میرے اصحاب پر سب و شتم ہونے لگے تو ہر عالم کو چاہیئے کہ وہ (اس دینی مکدر فضا کے دفعیہ کے لیے) اپنے علم کا ہتھیار کام میں لائے اور جس نے ایسا نہیں کیا اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اس کی توبہ اس کا فدیہ اور اس کے فرائض و نوافل درجہ قبولیت کو نہیں پہنچیں گے۔

یہ ساری باتیں خیال میں آتے ہی میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک شیعوں کے اغراض و مقاصد کو تحریر و کتابت میں ظاہر نہ کیا جائے پورے پورے فائدے اور عام نفع کی صورت متصور نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ میں نے تحریر کا سلسلہ چھیڑا اور اس اہم کام میں اللہ ہی سے مدد کا خواستگار رہا کیونکہ وہ سب سے بڑا ذات ہے اپنے بندوں کا خیر خواہ دوست ہے، ان کو ذلت و رسوائی سے بچاتا ہے سیچا آقا ہے، عنایت و توفیق بھی اسی کے ہاتھ ہے، اور تحقیق ہر امر کی اسی کے پاس ہے۔

اللہ آپ کو ہدایت دے یوں سمجھئے کہ شیعہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے بعد امام حق حضرت علیؓ کو جانتے ہیں اور اس عقیدے کے پیرو ہیں کہ امامت ان میں اور ان کی اولاد میں سے باہر نہیں جاتی اور اگر جاتی ہے تو محض ظلم و تعدی سے جب غیر لوگ اس ظلم سے اپنا ہاتھ رنگتے ہیں یا اس صورت سے کہ حضرت علیؓ یا آپ کی اولاد تقیہ سے کام لے، شیعوں کے چند در چند اقسام و اصناف کو اگر سمیٹا جائے تو ان کے فرقوں کی تعداد بائیس کے قریب ٹھہرتی ہے، یہ ایک دوسرے پر کفر کا الزام لگاتے ہیں۔ اور ان کے بدنتائج اور بدکرداریوں کو طشت ازبام کرتے ہیں۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود جنگ و قتال کی وبا پھیلا کر مسلمانوں کو ان کے ساتھ لڑائی بھڑائی سے سبکدوش فرمایا۔ اب ہم اصل مقصود سے پہلے ان کے چند فرقوں کا بیان تحریر میں لاکر ان کے اصل مقاصد سے آگاہ کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے مذہب کی حقیقت پوری طرح ذہن نشین ہو جائے اور حق باطل سے بالکل ممتاز ہو کر سامنے آجائے ان شیعوں کا سرغنہ اور گرگ گھنٹال عبداللہ بن سبا تھا۔ جس کو حضرت امیر نے مدائن کی طرف نکال دیا تھا، چنانچہ یہ عقائد اسی کے دماغ کی ایجاد ہیں کہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو قتل نہیں کیا بلکہ شیطان کو جو آپ کی شکل اور روپ میں نمودار ہوا تھا۔ آپ ابر میں روپوش ہیں۔ رعد آپ کی آواز ہے اور بجلی آپ کا کوڑا اور اسی عبداللہ کے متبعین جب گرج کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں۔ علیک السلام یا امیر المومنین۔

فرقہ کاملیہ کے افراد یعنی اصحاب ابو کامل حضرت پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب کو کافر کہتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو بھی کافر ٹھہراتے ہیں، اصحاب کو اس لیے کہ انھوں نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی اور خود حضرت علیؓ کو اس وجہ سے کہ انھوں نے حق طلبی نہیں کی یہ تناسخ اور آواگون کے قائل ہیں۔ بیانیہ فرقہ کے لوگ اصحاب بیان

بن سمعان کہتے ہیں کہ خدا انسانی شکل رکھتا ہے وہ تمام ہلاک ہو جائے گا۔ مگر اس کی ذات خدا کی روح نے حضرت علیؓ میں حلول کیا ان کے بعد ان کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ میں ان کے بعد ان کے صاحبزادہ ہاشم میں۔ ان کے بعد بیان میں فرقہ مغیرہ کے لوگ جو اصحاب مغیرہ بن سعید عجلی ہیں کہتے ہیں کہ خدا ایک نورانی آدمی کی شکل رکھتا ہے اس کے سر پر نور کا تاج ہے دل اس کا حکمت کا سرچشمہ ہے اصحاب عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذوی الجناحین یعنی فرقہ جناحیہ کے لوگ بھی تناسخ کے قائل ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ خدا کی روح نے پہلے حضرت آدمؑ میں حلول کیا پھر حضرت شیثؑ میں پھر اسی طرح حضرات انبیاء و ائمہ کے قالبوں میں سرائیت کرتی چلی آئی یہاں تک کہ آخر میں اس نے حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد میں حلول کیا اس کے بعد عبداللہ کے قالب میں روح خدا نے جگہ لی۔ یہ قیامت کو نہیں مانتے۔ ممنوعات شریعت مثلاً شراب، مردار، زنا وغیرہ کو حلال جانتے ہیں۔ فرقہ منصوریہ کے لوگ ابو منصور عجلی کے پیرو ہیں۔ یہ حضرت امام محمد باقرؒ کی خدمت میں تھا جب حضرت امام نے اس سے بیزاری ظاہر کی اور اس کو اپنے پاس سے نکال باہر کیا تو یہ خود مدعی امامت بن بیٹھا۔ اس فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ابو منصور آسمان پر گیا تھا اور حق سبحانہٗ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اے بیٹے جا اور ہمارا پیغام پہنچا اس کے بعد وہ زمین پر اترا چنانچہ اسی کو اس آیت میں "کسف" سے تعبیر کیا گیا ہے "اور اگر دیکھتے ہیں ایک ٹکڑا آسمان سے گرتا ہو تو کہتے ہیں بادل ہے تہ بتہ" ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسالت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور جنت امام سے عبارت ہے جس کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھنے پر ہم مامور ہیں اور دوزخ سے اس شخص کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ دشمنی رکھنے کا ہم کو حکم ہے جیسے ابوبکرؓ اور عمرؓ اسی طرح کہتے ہیں کہ فرائض سے

وہ لوگ مراد ہیں جن کے ساتھ محبت رکھنے کا ہم کو امر کیا گیا ہے۔ فرقہ خطابیہ کے لوگ ابی خطاب اسدی کے اصحاب ہیں یہ حضرت امام محمد جعفر صادقؓ کی خدمت میں رہتا تھا حضرت امام نے جب معلوم کیا کہ یہ ان کی ذات کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ اور اپنی صحبت سے اس کو باہر کیا تب اس نے خود اپنی امامت کا نعرہ لگایا یہ کہتے ہیں کہ تمام ائمہ خدا تعالےٰ کے بیٹے ہیں۔ اور ان کی خوبیوں کا ذریعہ جعفر صادق ہیں۔ لیکن ابو الخطاب ان سے اور حضرت علیؓ سے افضل ہے۔ یہ لوگ جھوٹی گواہی کو روا رکھتے ہیں جبکہ مخالفین کے مقابلے میں اس کی ضرورت پیش آئے ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ دنیا کی نعمتوں کا نام جنت ہے اور اس کی تکلیفوں کا نام دوزخ اور دنیا فنا کا منہ ہرگز نہیں دیکھے گی۔ یہ محرمات پر عمل اور ترک فرائض کو جائز رکھتے ہیں ان میں غرابیہ والے کہتے ہیں کہ ایک کوے کو کوے سے مکھی کو مکھی سے جس قدر مشابہت ہوتی ہے حضور اکرمؐ کو حضرت علیؓ سے اس سے بھی زیادہ مشابہت تھی حق سبحانہ نے وحی دراصل حضرت علیؓ کو بھیجی تھی مگر حضرت جبرئیلؑ انتہائی مشابہت کی وجہ سے دھوکا کھا گئے۔ اور وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے غلطی کی کہ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر وحی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی یہ حضرت جبرئیلؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ فرقہ ذمیہ کے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؓ خدا ہیں انھوں نے محمدؐ کو اپنی طرف دعوت دینے کے لئے لوگوں کے پاس بھیجا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ بعض ذمیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مانتے ہیں۔ پھر ان میں بھی دو فریق ہیں بعض حضرت علیؓ کو بھی خدا مان کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خدائی میں فضل جانتے ہیں اور بعض علیؓ کو برتر خیال کرتے ہیں۔ ان میں کا ایک گروہ اصحاب عبا اس کا قائل ہے کہ

محمدؐ، علیؑ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ یہ پانچ بزرگ درحقیقت شخص واحد ہیں ایک ہی روح سب میں یکساں حلول کئے ہوئے ہے کسی کو کسی پر فوقیت و برتری نہیں یہ لوگ اسم فاطمہ کو تانیث سے ادا نہیں کرتے تاکہ ان کی ذات تانیث کے داغ سے محفوظ ہے طائفہ یونسیہ یونس بن عبدالرحمٰن قمی کا پیرو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ خدا عرش پر رونق افروز ہے گو فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں لیکن وہ فرشتوں سے قوی تر ہے۔ مثل کلنگ کے کہ اپنے دونوں پاؤں پر پھرتا ہے اور اپنے دونوں پاؤں سے بڑا اور قوی تر ہے ان میں سے مفوضہ فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے دنیا پیدا فرما کر اس کو حضرت محمدؐ کے سپرد کر دیا اور دنیا کی ہر چیز کو آپ کے لئے جائز اور مباح قرار دیا۔ ان میں سے بعض اس کے قائل ہیں کہ دنیا حضرت علیؑ کے سپرد کی گئی۔ اسمٰعیلیہ فرقہ کے لوگ قرآن کے باطن کو مانتے ہیں ظاہر کو نہیں کہتے ہیں کہ باطن کی نسبت ظاہر کی طرف ایسی ہے جیسے گودے اور مغز کی نسبت چھلکے کی طرف اور جو ظاہر قرآن کو حجت بناتا ہے وہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے عذاب و مشقت میں اپنے کو گرفتار رکھتا ہے۔ باطن قرآن ترک عمل کا تقاضا کرتا ہے، یہ اپنے خیال پر اس آیت کریمہ سے حجت لاتے ہیں۔ فرمایا عزوجل نے پس، لگایا جاوے گا۔ ان کے درمیان کوٹ جس کے لیے دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت ہے اور باہر کی طرف عذاب۔ یہ حرام چیزوں کو حلال جانتے ہیں ان کا قول ہے حامل شریعت پیغمبر سات ہیں آدم، نوح، ابراہیم موسیٰ، عیسیٰ و محمد علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد مہدی کو بھی رسول جانتے ہیں اصل دعوت ان کی یہ ہے کہ یہ شریعتوں کو باطل کرتے ہیں۔ ان کے احکام میں شبہ اور شکوک پیدا کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ عورت بحالت حیض روزہ کیوں قضا کرتی ہے اور نماز قضا کیوں نہیں کرتی منی سے غسل کیوں واجب ہوتا ہے

اور پیشاب سے کیوں نہیں۔ بعض نمازوں میں چار بعض میں تین اور بعض میں دو رکعتیں فرض کیوں ہیں۔ امور شریعہ میں تاویلات کرتے ہیں۔ امام کی دوستی کو وضو، اور رسول کی ذات کو نماز جانتے ہیں۔ اور دلیل اس آیت سے لاتے ہیں۔ البتہ نماز بے حیائی اور نامعقول بات سے روکتی ہے کہتے ہیں کہ نااہلوں کو واقفِ اسرار کرنا احتلام ہے اور تازہ وعدہ کرنا غسل ہے۔ دین کی معرفت سے نفس کو پاک کرنا زکوٰۃ ہے، نبی کعبہ ہیں اور دروازہ علیؓ، محمدؐ صفا ہیں اور علیؓ مروہ ساتوں ائمہ کے ساتھ موالات سات طواف ہیں۔ جنت بدن کے آرام اور تکلیف سے چھٹکارے کا نام ہے اور دوزخ ہمیشہ تکالیف سے بدن کی مشقت سے عبارت ہے غرض اور اسی قسم کی خرافات کے قائل ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا نہ موجود ہے نہ معدوم نہ عالم ہے نہ جاہل، نہ قادر ہے نہ عاجز۔ جب حسن بن محمد صباح ظاہر ہوا تو اس نے دعوت کو زندہ کیا اور خود کو امام کا نائب ٹھہرایا کیونکہ ان کا گمان ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں یہ عوام کو، خواص کے علوم سے باز رکھتے ہیں اور خواص کو کتب متقدمین میں غور و خوض سے تاکہ ان کے فضائح اور قبائح پر ان کو اطلاع نہ ہو یہ فلسفہ کی روشنی میں چلتے ہیں اور شریعتوں پر مذاق اڑاتے ہیں۔ طائفہ زیدیہ جو زید بن علی بن زین العابدین کی طرف منسوب ہے، تین گروہوں میں بٹا ہوا ہے ایک گروہ کا نام جارودیہ ہے یہ نص خفی علیؓ کی امامت کے قائل ہیں صحابہ کو کافر ٹھہراتے ہیں کیونکہ انھوں نے بعد پیغمبر علیہ السلام حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی دوسرا فرقہ سلیمانیہ کہلاتا ہے۔ یہ امامت کا دارومدار شوریٰ پر رکھتے ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ کو امام جانتے ہیں البتہ لوگوں کو خطا کار خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے علیؓ کی موجودگی میں ان دو بزرگوں سے بیعت کی لیکن اس خطا کو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتے عثمانؓ

طلحہؓ زبیرؓ اور عائشہؓ کو کافر کہتے ہیں۔ تیسرا فرقہ تبریہ کے نام سے مشہور ہے یہ فرقہ سلیمانیہ کے ساتھ متفق العقیدہ ہیں البتہ عثمانؓ کی امامت ماننے میں تامل کرتے ہیں آجکل اکثر زیدیہ اصول میں معتزلہ کے پیرو ہیں اور فروعات میں امام ابوحنیفہ کے متبع البتہ چند مسائل میں مختلف الخیال ہیں ان میں سے امامیہ فرقہ کے لوگ نص جلی سے حضرت علیؓ کی خلافت کو مانتے ہیں صحابہ اکرام کو کافر کہتے ہیں امامت کا سلسلہ امام جعفرؒ تک چلاتے ہیں ان کے بعد امام منصوص میں اختلاف کرتے ہیں ان میں اکثر اس سلسلۂ امامت کے قائل ہیں کہ امام جعفر کے بعد آپ کے صاحبزادہ امام ابوموسیٰ کاظم ان کے بعد امام علی بن موسیٰ الرضا ان کے بعد محمد بن علی التقی ان کے بعد حسن بن علی الزکی ان کے بعد محمد بن الحسن اور یہی امام منتظر کہلاتے ہیں، پھر زمانہ گزرنے پر ان کے اگلوں کے دو فریق ہو گئے بعض نے معتزلہ کی طرف رجوع کر لیا اور بعض فرقہ مشبہ میں جا ملے۔ یہ ہیں ان شیعہ کے گمراہ اور گمراہ کن فرقے۔ ان کے بعض اور فرقوں کو نظر انداز اس لیے کیا گیا کہ وہ اصول و عقائد میں مذکورہ فرقوں کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں گو چند مسائل میں ان کو اختلاف بھی ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان شیعہ کے مقاصد کچھ ایسے موہوم بین الفساد اور ظاہر البطلان ہیں کہ جو شخص بھی ذرا عقل و تمیز رکھتا ہے اور ان کے مطالب کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے بغیر دلیل معلوم کیے ہوئے ان کے لغو اور رکیک ہونے کا حکم لگاتا ہے۔ یہ ان کی جہالت ہی کا تقاضا ہے کہ خود کو اہل بیت اور ائمہ اثنا عشر سے منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ موالات کا دم بھرتے ہیں خدا کی پناہ یہ بزرگ تو خود ان کی مبالغہ آمیز محبت سے بیزار تھے اور ان کی تمنا پر راضی نہیں بلکہ ان بدبختوں کی محبت نصاریٰ کی محبت سے ملتی جلتی ہے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رکھا کرتے تھے آخر اپنی انتہائی گمراہی

کے باعث ان کو خدا کے ساتھ پوجنے لگے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ اس محبت سے بیزار تھے چنانچہ حضرت علیؓ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے کہ فرماتے ہیں ارشاد فرمایا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں عیسیٰ سے مشابہت ہے کہ یہودیوں نے ان کو برا سمجھا یہاں تک کہ ان کی والدہؓ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان کو اتنا پسندیدہ اور محبوب قرار دیا کہ ان کو اس درجہ پر پہنچایا جو ان کے لیے ثابت نہیں ہے (یعنی خدا کا بیٹا کہا) پھر فرمایا کہ میرے (علیؓ) معاملے میں دو جماعتیں ہلاک ہوں گی ایک تو وہ جو حد سے زیادہ مجھ سے محبت رکھنے والے ہوں گے اور مجھ میں وہ خوبیاں بتائیں گے جو مجھ میں نہ ہوں گی۔ دوسرے وہ جو میرے دشمن ہوں گے اور مجھ سے دشمنی ان کو اس پر آمادہ کرے گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کا فرمان "جبکہ بیزار ہو گئے وہ لوگ کہ پیشوا تھے ان لوگوں سے کہ پیروی کرتے تھے" ان کے حال کی صحیح ترجمانی ہے۔ اے پروردگار جب ہدایت دے تو ہم کو نہ بھٹکا ہمارے دلوں کو اور بخش ہم کو اپنے پاس سے رحمت البتہ تو رحمت دینے والا ہے۔ اب ہم ان کے واہی تباہی

اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ چھیڑتے ہیں۔ اور خدائے برتر پر بھروسہ کرتے ہیں جو سب سے بڑا بادشاہ ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور اپنے بندے کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ حضرات علمائے ماوراءالنہر نے فرمایا اللہ تعالےٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے حضرات خلفائے ثلٰثہ کی بڑی تعظیم و توقیر ظاہر فرمائی اور ہر سہ بزرگوں کی مدح و تعریف میں بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے اقوال و افعال بموجب آیۃ کریمہ "اور نہیں بولتے آپ خواہش سے وہ صرف وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے" سراسر وحی ہیں اور شیعہ جب ان بزرگوں کی مذمت کرتے ہیں تو گویا وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت

کھلا کفر ہے شیعہ اس کے جواب میں بطور معارضہ کہتے ہیں کہ دلیل سے خلفاء کی شان میں قدح اور ان کی خلافت کا بطلان لازم آتا ہے کیونکہ شرح مواقف میں آمدی کا یہ قول نقل کیا ہے جو اکابر اہل سنت میں سے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے وقت اہل اسلام میں آراء کا اختلاف پیدا ہو گیا پہلا اختلاف یہ تھا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے مرض موت میں ارشاد فرمایا میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد نہ بہکو حضرت عمرؓ اس بات پر راضی نہیں ہوئے کہا کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہم کو کافی ہے، غرض صحابہ نے اس بارے میں اختلاف کیا اور ایک شور وغل کی آواز پیدا ہو گئی اس کیفیت سے آنحضرتؐ آزردہ خاطر ہوئے فرمایا اٹھو میرے سامنے جھگڑا مناسب نہیں۔ دوسرا اختلاف یہ تھا کہ واقعہ معلومہ کے بعد پیغمبرؐ نے ایک جماعت کو نامزد فرمایا کہ اسامہؓ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوں اس جماعت میں سے بعض نے تعمیل میں سستی برتی جب آنحضرتؐ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے بڑے اصرار سے فرمایا اسامہؓ کے لشکر کو تیار کرو جو اس سے جان چرائے اللہ کی اس پر لعنت ہو اس تاکید کے باوجود بعض نے تعمیل کے لیے قدم نہیں اٹھایا اور آپ کی بات نہ مانی لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ جس امر کے لکھ لینے کی آنجنابؐ نے وصیت فرمائی وہ آیت مذکورہ کے بموجب وحی ہے اور عمرؓ نے جب اس امر کو رد کیا تو وہ ردِ وحی ہوا اور ردِ وحی کفر ہے اس کلام کو بھی اعتراف ہے پھر اللہ کا یہ کلام اسی پر دال ہے کہ جنہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے فرمان کے مطابق فیصلہ نہیں کیا وہ کافر ہیں اور کافر پیغمبرؐ کی خلافت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اور نیز جیش اسامہؓ میں شریک ہونے سے جان چرانا بموجب دلیل

کفر ہے اور باتفاق رائے حضرات خلفاو ثلاثہ ہی شرکت سے بچے اور کنارہ کش رہے۔ بعدازاں جب حضرات علما اعتراف کر چکے ہیں کہ آنحضرت ؐ کا فعل وحی ہے اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی تو ہم کہتے ہیں کہ آنجنابؐ کا مروان کو مدینہ سے نکالدینا لازمی وحی ہے پھر حضرت عثمانؓ کا اس کو بلالینا معاملات اس کے سپرد کرنا اور اس کی عزت کرنا دو وجہوں سے کفر ہے اول اسی دلیل کی رو سے جو کبھی حضرات کرام نے بیان فرمائی دوسرے بموجب فرمان الٰہی "نہ پائیں گے آپ کسی قوم کو جو ایمان لاتے ہوں اللہ اور دن آخرت پر کہ دوستی کریں اس شخص سے کہ مقابلہ کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کا اگرچہ ہوں باپ ان کے یا بیٹے ان کے یا بھائی ان کے یا کنبا ان کا" اب ہم توفیق الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم کو تسلیم نہیں کہ آنحضرتؐ کے تمام اقوال و افعال بروئے وحی ہیں اور آیت کریمہ سے شہادت پیش کرنا مفید مطلب نہیں کیونکہ وہ قرآن کے ساتھ مخصوص ہے، قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ اللہ کا فرمان عالی وما ینطق عن الھوی اس مطلب کی طرف مشیر ہے کہ قرآن کی کوئی بات اپنی خواہش سے ادا نہیں فرماتے۔ اور اگر ایسا ہوتا کہ آپ کے تمام اقوال و افعال وحی کے بموجب ہوتے تو بعض اقوال و افعال آنسرورؐ پر اعتراض نہ ہوتا اور حضرت عز اسمہ سے عتاب وارد نہ ہوتا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالٰی نے "اے نبی کیوں آپ حرام کرتے ہیں اس کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا۔ کیا آپ ازواج کی مرضی چاہتے ہیں" یا فرمان الٰہی ہے"، اللہ نے آپؐ کو معاف کیا، آپؐ نے ان کو کیوں اجازت دی" یا ارشاد باری ہے" اور نبی کو نہیں چاہیے کہ اس کے قیدی ہوں مگر یہ کہ خون گرادے زمین میں تم دنیا کا سامان چاہتے ہو" اور فرمان خداوندی ہے" اور

نہ نماز پڑھیئے کسی پر ان میں سے جو مرجاوے"۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق پر آنحضرتؐ کے نماز پڑھنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری سے پتہ چلتا ہے کہ نماز سے پہلے مگر ارادۂ نماز کے بعد اس آیت کا نزول ہوا۔ بہر حال فعل سے نہی کا ثبوت بہم پہنچتا ہے خواہ وہ اعضائے بدنی کا فعل ہو یا دل کا اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بہت ہیں۔ تو ہو سکتا ہے آنجنابؐ کے بعض افعال و اقوال رائے اور اجتہاد سے ہوں قاضی بیضاوی آیت ماکان النبیؐ کی تفسیر کے ذیل میں کہتے ہیں یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ حضرات انبیاء اجتہاد کرتے ہیں اور اجتہاد کبھی خطا ہوتا ہے لیکن وہ اس اجتہاد پر قائم نہیں رہتے اور صحابہ کرام عقلی اور اجتہادی امور و احکام میں اختلاف کی گنجائش اور خلاف کا حق رکھتے تھے بعض وقت صحابہ کی رائے پر وحی نازل ہوتی چنانچہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے پر وحی آئی اور نیز اس لیے کہ آنحضورؐ کی توجہ مبارک امور عقلیہ کی طرف کم تھی۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس یوم بدر میں ۷۰ قیدی لائے گئے جن میں عباسؓ اور عقیل بن ابی طالبؓ بھی تھے۔ آپ نے ان کے بارے میں مشورہ فرمایا ابوبکرؓ بولے یہ آپ کی قوم ہے آپؐ کے اہل ہیں ان کو باقی رکھیئے شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان سے فدیہ قبول فرمائیے جس سے آپ کے اصحاب قوت حاصل کریں حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کی گردن اڑائیے کیونکہ یہ کافروں کے پیشوا ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فدیہ سے بے نیاز کیا ہے۔ فلاں مجھ کو سپرد کیجئے اور علیؓ اور حمزہؓ کو ان کے بھائی حوالے کیجئے ہم ان کا سر قلم کریں آنجناب کو یہ رائے پسند نہ آئی فرمایا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو دودھ سے زیادہ نرم کر دیتا ہے اور بعض کے

دلوں کو پتھر سے زائد سخت بنا دیتا ہے اور اے ابوبکرؓ تمہاری مثال حضرت ابراہیمؑ کی سی ہے جنہوں نے فرمایا جس نے میری پیروی کی وہ میری امت ہے جس نے میری نافرمانی کی تو تُو گناہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اے عمرؓ تمہاری مثال نوحؑ کی سی ہے جنہوں نے فرمایا اے رب کسی کافر کو زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ پس آپؐ نے اپنے اصحاب کو اختیار دیا (خواہ قتل کریں خواہ فدیہ لیں) انھوں نے فدیہ لیا پس یہ آیت اتری ما کان لنبی اس کے لیے عمرؓ آنجناب کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپؐ اور ابوبکرؓ رو رہے ہیں، عمرؓ بولے یارسول اللہ رونے کا راز مجھے بھی بتلایئے اگر رونا آئے روؤں ورنہ رونی صورت تو کم از کم بناؤں، آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب پر رو رہا ہوں کہ انھوں نے فدیہ لے لیا اور مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی قریب تر تھا، قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی نہ بچتا کیونکہ انھوں نے بھی قتل کا مشورہ دیا تھا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کا کاغذ منگوانے کے لیے حکم دینا یا جیش اسامہ کی تیاری کے لیے فرمانا اور اسی طرح آپ کا مروان کو نکلوانا بطریق وحی نہ ہو بلکہ محض رائے اور اجتہاد سے ہو لہٰذا ان امور کی مخالفت کو ہم کفر تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس طرح کی مخالفت صحابہ سے ثابت ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور باوجود اس کے کہ نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا کوئی عتاب یا انکار اس پر حضرت باری سے وارد نہیں ہوا حالانکہ آنحضرتؐ کی شان والا میں صحابہ کرام کی طرف سے ذرا سی بے ادبی

واقع ہونے پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے نہی وارد ہوتی اور مرتکبین بے ادبی پر وعید نازل ہوتی چنانچہ حضرت عزّ اسمہ فرماتے ہیں "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ اٹھاؤ اور گفتگو بلند آوازی سے جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تم کو علم بھی نہ ہو" شارح مواقف نے آمدی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مسلمان ایک ہی عقیدہ پر قائم تھے۔ سوائے ان لوگوں کے جو نفاق کو چھپاتے تھے اور موافقت کو ظاہر کرتے تھے۔ پھر ان میں آپس میں اختلاف رونما ہوا۔ پہلے ان امور اجتہادیہ میں جن سے نہ تو ایمان واجب ہو اور نہ کفر واجب ہے اور ان کی غرض اس سے دین کے مراسم کو قائم کرنا اور شریعت کے طرق کی پائداری تھی۔ چنانچہ ایک اختلاف ان کا وہ تھا جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض موت میں آپ کے فرمان ایتونی بقرطاس الخ کے ذیل میں رونما ہوا یا وہ اختلاف جو جیش اسامہ رضؓ سے پیچھے رہنے میں واقع ہوا بعض نے اتباع کو واجب قرار دیا بموجب حکم علیہ السلام جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہ اور بعض نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا انجام دیکھنے کے انتظار میں پیچھے رہے۔ اگر اس پر اعتراض کرے اور اسی مقدمہ کو جس پر کہ منع وارد کیا گیا ہے ثابت کرنے لگے کہ آنسرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و سلام کے اجتہاد کا ثبوت بھی تو وحی سے ہوا ہے۔ پس صادق آیا کہ تمام اقوال و افعال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بموجب وحی ہی ہوں کیونکہ احکام اجتہادیہ اس صورت میں بذریعہ وحی ہی ثابت ہوئے ہیں جواب میں ہم

کہتے ہیں کہ جمیع افعال واقوال سے مراد ہر فعل اور ہر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر تفصیلاً ہے جیسا کہ مجدد اور دقیق النظر انسان پر پوشیدہ نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ مجتہدین کے تمام اقوال وافعال بموجب وحی ہوں کیونکہ انکا اجتہاد بھی تو وحی سے ثابت ہے۔ عقلمند اس سے عبرت حاصل کریں علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ اس مقدمہ کا اثبات کوئی نفع نہیں دیتا اس لیے کہ اس کی غنیمی دوسرا ایک مقدمہ ہے وہ یہ کہ نبی صلعم کے جمیع افعال واقوال وحی سے ثابت ہونے کی تقدیر پر ان کی مخالفت کا کفر ہونا ہے اور اس کا حال گزر چکا۔ اب علماء اور النہر کی عبارت میں ان کے اس قول سے مراد کہ آپ کے تمام افعال واقوال بموجب وحی ہیں وہ امور ہیں جو اجتہاد کے علاوہ آپ سے صادر ہوئے خواہ وہ وحی خفی سے ہوں یا وحی جلی سے اور اسی قدر تعمیم ان کے مقصد میں کافی ہے

ظاہر ہے وہ احادیث جو خلفائے ثلثہ کی مدح وستائش میں وارد ہیں۔ ان کا شمار غیب کی خبروں میں ہے اور غیب بطریق وحی ہو سکتا ہے بلکہ اور اجتہاد کو اس میں کوئی دخل نہیں خدائے عز وجل نے فرمایا اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے، اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر جس کو چاہے اپنے رسولوں میں سے لیکن بدیں صورت لازم آتا ہے کہ یہ آیہ کریمہ وماینطق عن الھوی سے وہ عام معنی مراد ہوں جو قرآن اور وحی خفی ہر دو کو شامل ہے اور شک نہیں کہ اس قسم کے اقوال وافعال سے انکار اور ان کی مخالفت سے وحی کی مخالفت اور اس کا انکار لازم آتا ہے اور وحی کی مخالفت کفر ہے اور وہ احادیث جو ان بزرگوں کی مدح وستائش میں وارد ہیں اور اللہ

تعالیٰ کی طرف سے خاص سرمایہ علم بخشش ہیں، کثیر تعداد میں ہیں، یہاں تک کہ اگر ان کی کثرت طرق و تعدد رواۃ کے لحاظ کیا جائے۔ تو وہ شہرت کی حد تک یا معنیً تواتر کے درجہ تک پہنچتی ہیں یہاں ہیں سے چند کا ذکر کرتے ہیں مثلاً ایک وہ جو ترمذی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدیں معنی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ابوبکرؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے غار کے ساتھی ہو اور حوض کوثر پر میرے رفیق یا انھیں ترمذی کی بیان کردہ حدیث کہ آپ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت کے لوگ داخل ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ بولے یارسول اللہ میری آرزو ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازے کو دیکھتا۔ آپؐ نے فرمایا ابوبکر تم تو جنت میں سب سے پہلے داخل ہو گے۔ بخاری و مسلم میں حدیث نقل ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میں جنت میں گیا اور وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک چھوکری تھی، میں نے پوچھا یہ کس کی ہے کہا یہ عمر بن الخطابؓ کی ہے میرا ارادہ ہوا کہ اندر جا کر لونڈی کو دیکھوں لیکن لے عمرؓ تمہاری غیرت مجھکو یاد آئی حضرت عمرؓ نے فرمایا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کیا آپؐ پر مجھے غیرت ہو سکتی ہے ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص میری امت کا جنت میں سب سے بلند درجہ ہوگا۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ ہم اُس شخص سے مراد سوائے عمرؓ کے کسی کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے وفات پائی یہاں وہ حدیث بھی قابل لحاظ ہے جو ابوعلی عمار بن یاسرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ کہ میں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو مقدم نہیں بنایا بلکہ خود

خدا تعالیٰ نے ان کو مقدم ٹھہرایا۔ یا وہ حدیث جو ابو علی بیان کرتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس جبرئیل آئے میں نے ان سے
کہا کہ عمر بن الخطاب رضی کے فضائل بیان کیجیئے انہوں نے جواب دیا اگر میں ان کے فضائل اس قدر
بیان کروں جس قدر مدت نوح اپنی قوم میں رہے تو بھی ان کے فضائل ختم نہ ہوں اور عمر ابوبکر کی نیکیوں
میں سے ایک نیکی ہیں۔ یہاں وہ حدیث بھی قابل لحاظ ہے جس کو ترمذی اور
ابن ماجہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ابوبکر رضی و عمر رضی دونوں جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں اولین
سے آخرین تک سوائے انبیاء اور مرسلین کے یہاں وہ حدیث بھی قابل غور ہے
جو بخاری و مسلم موسیٰ اشعری رضی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے انھوں نے
کہا میں مدینہ کے ایک باغ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک شخص
آئے انھوں نے دروازہ کھلوانا چاہا آپ نے فرمایا دروازہ کھولو اور اندر آنے
والے کو جنت کی خوشخبری دو میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابوبکر رضی
ہیں میں نے ان کو خوشخبری دی انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا پھر ایک شخص
نے دروازہ کھلوانا چاہا۔ حضور اکرم نے مجھ سے پھر فرمایا۔ دروازہ کھولو
آنے والے کو جنت کی خوشخبری سناؤ میں نے دروازہ کھولا کیا دیکھتا ہوں کہ
عمر رضی ہیں میں نے ان کو خوشخبری سنائی انھوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا
پھر ایک آدمی نے دروازہ کھلوانا چاہا، آپ نے فرمایا دروازہ کھولو اور بلوے
میں جو مصیبت پہنچنے والی ہے اس کے بدلے میں ان کو جنت کی خوشخبری سناؤ
کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے ان کو خوشخبری سنائی
انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا اللہ مددگار ہے

نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ مروان کا نکالنا بروئے وحی تھا تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کا نکالنا اور جلا وطنی ہمیشہ کے لئے تھی اور آنحضرت کی یہی منشا تھی ایسا کیوں نہ ہو کہ اخراج وقتی ہو جلا وطنی مقررہ مدت تک ہو جیسا کہ آنحضرتؐ نے حد زنا میں فرمایا کنوارے کی کنواری کے ساتھ زنا پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اب چونکہ حضرت عثمان کو اخراج کی مدت کا پتہ تھا سزا اور جلا وطنی کی مدت ختم ہونے پر آپ اس کو مدینے میں لے آئے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے رہی آیت لا تجد قوماً الخ تو یہ کفار کی دوستی سے روکتی ہے اور مروان کا کفر ثابت نہیں کہ اس کی دوستی ممنوع قرار پائے لہٰذا انصاف کرو اور سینہ زوری نہ کرو تاکہ اندھی اونٹنی کی طرح بھٹکے بگو نیز شیعہ نے بطریقِ منع اور مناقضہ کہا کہ خلفائے ثلاثہ کی مدح جو آنحضرتؐ سے ثابت ہے وہ متفق علیہ فریقین نہیں کیونکہ شیعہ کی کتابوں میں ان کا نشان تک نہیں اور جو احادیث مذمت پر دلالت کرتی ہیں مثلاً گزشتہ روایتیں (کاغذ اور جیش اسامہ رضؓ) کی یہ ہر دو فریق کی کتابوں میں درج ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض اہل سنت وضع حدیث کو مصلحت کی خاطر جائز قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا غیر متفق علیہ حدیث پر سے اعتماد لازمی اٹھ جاتا ہے۔

وضع اشکال میں بطریق اثبات مقدمہ ممنوعہ ہم کہتے ہیں کہ جب شیعہ انتہائی التعصب و عناد سے اسلاف پر طعن اور خلفائے ثلثہ پر سب و شتم بلکہ ان کو کافر کہنے کو اسلام اور اپنی عبادت خیال کرتے ہیں تو لامحالہ احادیث صحاح جو ان کے مناقب میں واقع ہیں ان میں بے سند نے دلیل

جرح وقدح کرتے ہیں۔ اور ان میں تحریف و تصرف سے کام لیتے ہیں تو کلام اللہ جس پر مدارِ اسلام ہے اور قرون اول سے بتواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں اور مطلق زیادتی و نقصان کا اس میں احتمال نہیں اس میں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور بناوٹی کلمے ملا دیتے ہیں اور آیات قرآنی میں تصحیف کو روا رکھتے ہیں چنانچہ آیہ کریمہ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ میں تصحیف اس طرح کر ڈالی اور اس طرح تحریف کا قلم چلایا ان علیا جمعہ وقرابتہ فاذا اقرانہ فاتبع قرابتہ۔ انتہائی گمراہی کا شکار ہو کر یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان بعض آیات قرآنی کو چھپا لیا ہے جو اہل بیت کی مدح میں وارد تھیں اور ان کو قرآن میں شامل نہیں کیا۔ یہ بات بھی اوپر گذر چکی ہے کہ ان شیعہ کا ایک فرقہ اپنے گروہ کے لفع اور بہبود کے لیے جھوٹی گواہی کو روا رکھتا ہے انھیں برائیوں سے یہ لوگ طعن کے نشانہ بنے اور ان پر سے اعتماد اٹھ گیا اور ان کی عدالت ختم ہو گئی۔ ان کی تصنیف شدہ کتابیں اعتبار کھو بیٹھیں اور ان کا درجہ تحریف شدہ توریت و انجیل سے زائد نہ رہا۔ اہل سنت کی کتب صحاح میں مثلاً بخاری جو اصح کتب بعد القرآن ہے یا مسلم وغیرہ میں خلفائے ثلثہ کی مدح وستائش کے علاوہ کچھ نہیں اب یہ اپنے فساد طبع اور خرابی مزاج سے اس کو مذمت خیال کر بیٹھے۔ یہ ان کا سراسر خیال فاسد اور تصور باطل ہے۔ کوئی صفراوی مزاج والا جس طرح شکر کو کڑوا جانتا ہے بس یہی حال ان کا ہے اس کی تحقیق اوپر گزر چکی اور جو کج طبع ہیں متشابہات کی تابعداری فتنہ انگیزی کی غرض سے کرتے

ہیں۔ اور شیعہ کا کہنا کہ بعض اہل سنت وضع حدیث کو مصلحت کی بنا پر جائز سمجھتے ہیں اور اسی لیے غیر متفق علیہ حدیث پر سے اعتبار اٹھ گیا تو یہ بات جب وقعت رکھتی کہ اہل سنت نے اس قسم کے لوگوں کے کلام کو رد نہ کیا ہوتا اور تردید کا پہلو اختیار نہ کرتے اور ان کے کذب کو بے نقاب نہ کرتے لیکن اس کے برخلاف واقعہ تو یہ ہے کہ اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ان کے کذب وافترا کو وضاحت سے بیان کیا اور ان کے کلام کو درجہ اعتبار سے گرا دیا۔ لہٰذا اب اہل سنت کی طرف کونسا قصور عائد ہو سکتا ہے۔ اب تو حق باطل سے نکھر کر صاف جدا ہو گیا نیز شیعہ نے جواب میں بطریق منع کہا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ خبر واحد کی مخالفت کفر ہے۔ کیونکہ ثابت ہے کہ مجتہدین نے خبر احاد کی مخالفت کی ہے وا ضح رہے کہ وہ احادیث جو صحابہ کرام کی مدح و ستائش میں وارد ہیں۔ اگرچہ باعتبار الفاظ کثرت رواۃ اور تعدد طرق وہ تواتر معنوی کی حد تک پہنچ چکی ہیں جیسا کہ گزرا۔ اس میں تو بہر حال شک کی گنجائش نہیں کہ ان کے مطلب و مفہوم سے انکار کفر ہے اور اس قسم کی احادیث سے مخالفت مجتہدین سے ثابت نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ جو رئیس اہل سنت ہیں نہ صرف خبر واحد کو بلکہ اقوال صحابہ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کی مخالفت کو روا نہیں رکھتے۔ نیز شیعہ خلفائے ثلثہؓ کی مدح میں ورود احادیث کو مانتے ہوئے جواب میں کہتے ہیں اور مقدمہ صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کی تعظیم و توقیر جو خلفائے ثلثہ کی شان میں واقع ہے یہ مخالفت کے وقوع سے پہلے پہلے کی تھی اس سے نتیجہ کی سلامتی و بہتری کا پتہ نہیں چلتا کیونکہ وہ گناہ جو ابھی صادر نہ ہوا تو باوجو د

بلکہ اس کا صدور معلوم ہو اس کی سزا قبل صدور مناسب نہیں چنانچہ حضرت امیرؓ نے ابن ملجم کی بدکرداری کا پتہ دے دیا تھا لیکن بایں ہمہ اس کو سزا نہیں دی۔

واضح ہو کہ جو احادیث ان کی مدح میں وارد ہیں۔ ان کی عاقبت کی درستی اور بہتری کی کھلی دلیل ہیں اور ان کے حسن خاتمہ کو بتاتی ہیں ان احادیث کا مضمون صاف اس طرف مشیر ہے اور اس قسم کی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی ہیں۔ اور جس طرح گناہ کے سرزد ہونے سے پہلے یا اس تصور سے پہلے جس کا سرزد ہونا معلوم ہو عقوبت مناسب نہیں اسی طرح جس کی برائی معلوم ہو اور وہ سزاوار عقوبت ٹھہرتا ہو اس کی مدح و ستائش بھی روا نہیں لہٰذا مدح و تعظیم ان بزرگوں کی ان کی اچھائی پر صاف دال ہے فی الوقت بھی اور آئندہ بھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امیرؓ نے ابن ملجم کو اگر سزا نہیں دی تو اس کی تعریف و توصیف بھی نہیں کی اور اس کی تعظیم و توقیر کو روا نہ رکھا۔ اس مبحث کی تحقیق آیہ کریمہ لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین الخ کے ذیل میں آئے گی۔

علمائے ماوراء النہر رحمہم اللّٰہ نے فرمایا کہ بمقتضائے آیہ کریمہ لقد رضی اللّٰہ عن المومنین الخ خلفائے ثلثہ رضامندی حق سے مشرف ہو چکے ہیں لہٰذا اُن کو گالی دینا کفر ہوگا۔

شیعہ نے جواب میں بطریق مناقضہ کہا اور انکی رضامندی کے استلزام کو رد کیا کہا کہ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس آیت سے ایک مخصوص فعل (بیعت) پر حضرت عزاسمہ کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں کہ خلفاء ثلثہ سے بعض افعال حسنہ صادر ہوئے ہیں گفتگو اس میں ہے

کہ بعض افعال قبیحہ بھی ان سے سرزد ہوئے جو بیعت و عہد کے مخالف ہیں جیسا کہ خلافت کے بارے میں حضرت پیغمبر علیہ السلام کی نص کی مخالفت کی اور خلافت کو چھین بیٹھے، حضرت فاطمہ کو آزردہ دل کیا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور مشکوٰۃ میں مناقب کے بیان میں حضرت فاطمہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جس نے ان کو اذیت پہنچائی تو اس نے مجھکو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا اللہ کو ستایا پھر اس کلام صادق کا مضمون "البتہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں۔ ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی" صاف اس امر پر گویا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بواسطہ ان افعال قبیحہ کے اور وصیت حضرت پیغمبر علیہ السلام کو رد کر دینے اور جیش اسامہؓ سے پیچھے رہنے سے وہ طعن و مذمت کا نشانہ ہے کیونکہ عاقبت کی سلامتی اعمال کے خاتمہ کی اچھائی پر موقوف ہے اور عہد حضرت پیغمبر علیہ السلام کو وفا کرنے پر ہم کہتے ہیں۔ کہ جس مقدمہ کو رد کرتے ہیں۔ اسی کو ہم ثابت کرتے ہیں۔

اور بیان استلزام کا یہ ہے کہ آیت کریمہ کا مفہوم بعد تحقیق و تدقیق یہ ٹھیرتا ہے کہ حق سبحانہ کی رضامندی مومنین کے ساتھ اسی وقت سے ثابت ہے جبکہ وہ نبی کے ساتھ بیعت کر رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے اور تدقیق سے بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ان کی نبی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کی علت ہے پس بیعت کا فعل حسن ہونا اور پسندیدہ ہونا ان سے خود سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ وہ رضامندی کی علت ہے چنانچہ جب یہ لوگ بیعت کرنے والے اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی رضامندی سے مشرف ہو چکے ہیں تو بیعت بطریق اولیٰ پسندیدہ ہوگی۔ لیکن بیعت کا

پسندیدہ ہونا اصالتہً بغیر اس کے کہ بیعت کرنے والے پسندیدہ لوگ ہوں جیساکہ شیعہ گمان کرتے ہیں۔ فہم سے بالکل بعید بات ہے جو اسالیب کلام سے ذرا واقفیت رکھتا ہو اس سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں۔ اور جب حق تک ان کی رسائی نہ ہوسکی تو انھوں نے اپنی خطا کا نام تدقیق رکھ لیا۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ وہ جماعت جس سے حق سبحانہٗ راضی ہوگیا ہوگیا ہو ان کے اندرونی اور چھپے حالات سے واقف ہو ان پر سکینہ اور طمانیت اتار چکا ہو جیساکہ فرمایا "پس جانا ان کے دل کی چیز کو پس نازل کی سکینہ ان پر" اور نیز اس جماعت کو آنسرورؐ نے جنت کی خوشخبری سنادی ہو وہ جماعت لامحالہ خاتمہ کی برائی اور نقض عہد و بیعت سے محفوظ و مامون ہوگی۔

اس کے علاوہ اگر آیت سے مراد اللہ تعالےٰ کی رضامندی ان کے فعل خاص بیعت سے ہو جیساکہ شیعہ کو دھوکا لگا۔ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب حق سبحانہٗ ان کی بیعت سے راضی ہوا اور ان کے اس فعل کو مستحسن سمجھا تو وہ جماعت جو اس رضامندی کے شرف سے مشرف ہوئی پسندیدہ اور محمود العاقبہ ہوگی اور اس وقت کفار کے افعال سے راضی نہیں ہے اور اسی طرح اس جماعت کے افعال سے بھی راضی نہیں جو مذموم العاقبہ ہے۔ اگرچہ پسندیدہ افعال اس سے سرزد ہوں اور وہ افعال حسنا در صالح ہوں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے اعمال کے بارے میں ارشاد باری ہے" اور وہ لوگ ہی کافر ہیں ان کے اعمال سراب (دھوکے) کی طرح ہیں جو چٹیل میدان میں ہو پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے

پاس آتا ہے اس کو کچھ نہیں پاتا۔ یا دوسری جگہ فرماتا ہے "اور جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے۔ پس وہ مر جائے کافر ہو کر وہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضایع ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وہ فعل جو آخرت میں کام ہیں نہ آوے اور وہاں ناچیز ہو جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اکی رضامندی کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ رضا قبولیت کے آخری درجہ سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو رد کرنا یا قبول کرنا باعتبار مآل اور نتیجہ کے ہے کیونکہ دار و مدار خاتموں پر ہوتا ہے اور خلافت امیرالمومنین علیؓ کے بارے میں حضرت پیغمبر علیہ السلام سے کسی نص کا وارد ہونا ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ امتناع ورود پر دلیل قائم ہے کیونکہ اگر نص وارد ہوتی تو تواتر نقل ہوتی کہ اس کے دواعی داسباب بہت ہیں مثلاً اگر کسی خطیب کا منبر پر قتل ہو جائے تو وہ مشہور و متواتر ہوتا ہے۔ نیز حضرت امیرؓ اس نص کو دلیل میں پیش کرتے اور ابوبکرؓ کو خلافت سے روک دیتے جیسی طرح ابوبکرؓ نے انصار کو خلافت سے روک دیا اور حدیث امام قریش میں سے ہوں گے " پیش کی انصار نے اس کو قبول کیا اور امامت سے دست کش ہو گئے۔ شارح تجرید نے کہا جس کو دین سے ذرا سا بھی لگاؤ ہو وہ کیسے گمان کرے کہ صحابہ کرام جنہوں نے آنحضرتؐ کی نصرت کی خاطر شریعت کو برقرار رکھنے کے لیے اور آنجنابؐ کی تعمیل حکم اور اتباع طریقہ کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں، اپنا مال و دولت لٹا ڈالا اپنے عزیز و اقارب اور کنبے والوں کو قتل کیا، وہ آنجنابؐ کو دفن کرنے سے پہلے آپ کی مخالفت کر بیٹھیں پھر جبکہ مقصود پر نصوص قطعیہ ظاہر الدلالت

موجود ہوں بلکہ اس جگہ اشارات اور روایات اور بھی ہیں کہ بہت دفعہ ان کے جمع ہونے سے علم قطعی ہوتا ہے جبکہ وہ ان نصوص قطعیہ کے مثل نہ ہوں اور وہ یہ کہ وہ نصوص قطعیہ (جو امامت حضرت علی رضؓ کے متعلق ہیں) محدثین میں سے کسی ثقہ شخص سے ثابت نہیں ہیں باوجودیکہ ان کو امیر المومنین سے شدید محبت ہے اور انھوں نے بہت سی وہ احادیث نقل کی ہیں جو آپ کے مناقب اور امور دنیا و آخرت میں آپ کے کمالات سے تعلق رکھتی ہیں۔ نیز آپ کے خطبوں، رسائل فخر و مباہات کے کلاموں مخاصمات میں اور اس وقت کہ لوگ آپ کی بیعت سے رکے ان کی نقل ثابت نہیں بلکہ آپ نے امر خلافت کو چھ آدمیوں کے مشورہ پر موقوف رکھا اور خود حضرت علیؓ اس شوریٰ میں داخل ہوئے عباس رضؓ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا آپ ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے بیعت کروں تاکہ لوگ کہیں کہ آنحضرت کے چچا نے اپنے بھتیجے سے بیعت کرلی تو آپ کی بیعت سے دو آدمی بھی نہ پھر سکیں۔ اور ابوبکر رضؓ نے فرمایا کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر خلافت کے بارے میں دریافت کرلیتا پھر جو ہوتا اس میں ہم جھگڑا نہ کرتے۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہ رضؓ سے لوگوں کے بیعت کرنے میں مباحثہ کیا لیکن کوئی نص نبی پیش نہیں کی۔

اور حضرت فاطمہ رضؓ کی آزار رسانی سے جو لبظاہر ممانعت حدیث میں وارد ہے وہ مطلق بہر وجہ مراد نہ ہوگی کیونکہ بعض وقت حضرت فاطمہ رضؓ حضرت امیر رضؓ سے آزردہ دل ہوئیں۔ چنانچہ احادیث و آثار اس دال ہیں نیز حضرت پیغمبر علیہ السلام نے بعض ازواج سے فرمایا مجھ کو عائشہ رضؓ

کے بارہ میں ایذا نہ دو کیونکہ وحی مجھ پر سوائے عائشہ رضہ کے کسی کے لحاف میں نہیں آتی۔ لہٰذا آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رضہ کے آزار و آزردگی کو اپنا آزار قرار دیا ہے اور شک نہیں کہ عائشہ رضہ حضرت امیر رضہ سے آزردہ دل تھیں لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ احادیث میں جس ایذا رسانی کی ممانعت ہے ہوسکتا ہے کہ وہ خواہش نفسانی کے ساتھ مخصوص ہو اور ارادہ شیطان کے ساتھ مشروط ہو اور وہ آزار و آزردگی جو کلمہ حق کے اظہار سے واقع ہو جو مطابق حدیث و نص ہو تو وہ ممنوع نہ ہو گی۔ پھر اس کا بھی سب کو علم ہے کہ فاطمہ رضہ کی آزردگی حضرت صدیق اکبر رضہ سے بدیں باعث تھی کہ آپ نے فدک سے ارث کو روک دیا تھا اور حضرت صدیق اکبر رضہ اس ممانعت میں حدیث نبوی سے حجت لاتے تھے کہ آنجناب صلعم نے فرمایا ہم انبیاء کے گروہ ہیں ہم ورثہ نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے آپ خواہش نفسانی کے تابع نہ تھے لہٰذا آپ وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی کہے کہ جب حضرت صدیق رضہ حدیث سے حجت لائے اور آپ نے آنحضرت صلعم کا دیا ہوا حکم نقل کیا تو حضرت فاطمہ رضہ کیوں غصہ ہوئیں کیوں آزردہ خاطر ہوئیں کہ آپ کی آزردگی آنحضرت کی آزردگی تھی جس سے ممانعت ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ فاطمہ رضہ کا غصہ اور آپ کی آزردگی باختیار و قصد نہ تھی بلکہ بتقاضائے بشری و جبلت عنصری اور بشریت کے تقاضے اختیار و قصد سے باہر ہیں۔ اور ممانعت اور نہی ان کو شامل نہیں۔

علماء ماوراء النہر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضہ کو حضرت پیغمبر علیہ السلام کا صاحب قرار دیا ہے لہٰذا آپ مستحق ملامت و ذم نہیں ٹھہر سکتے

شیعہ اس کے جواب میں بطریق منع کہتے ہیں کہ آیت ہکلا اس نے اپنے صاحب سے اور وہ جواب وسوال کر رہا تھا کہ تو نے کفر کیا۔ دلالت کرتی ہے کہ مسلم اور کافر میں مصاحبت ہو سکتی ہے۔ اور آیت "اے میرے قید خانہ کے صاحبو ایک مختلف رب بہتر ہیں یا اللہ واحد القہار" بھی اسی مطالعہ کی تائید کرتی ہے گویا حضرت یوسفؑ جو پیغمبر ہیں۔ دونوں آدمیوں کو اپنا صاحب کہتے ہیں۔ جو بت پرست تھے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ پیغمبر کا صرف صاحب ہونا خوبی کی نشانی نہیں جس کے نصیب میں فلاح وبہبود نہ تھی اس کو نبی کا چہرہ دیکھنا سعود مند نہ ہوا۔

ہم مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصاحبت بشرط مناسبت بلاشبہ موثر ہے اور اس کی تاثیر کا انکار کرنا بات کو ٹھکرانا ہے اور عرف وعادت سے مقابلہ کرنا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کیا خوب کہتے ہیں جو صحبت کے آثار کا منکر ہے اس کی جہالت ہمارے نزدیک ثابت ہے۔ اب چونکہ مسلم و کافر میں مناسبت نہ تھی ایک دوسرے کی صحبت کا اثر لینے سے محروم رہ گئے۔ اور یہ جو منقول ہے کہ وہ دو بت پرست حضرت یوسفؑ کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہو کر مشرکین کی عادات سے بیزار ہو گئے تو صدیقؓ پوری مناسبت رکھتے تھے باوجود آنحضرتؐ کی صحبت باسعادت سے کیوں سعادت اندوز نہ ہوں اور آنجنابؐ کے کمال و معارف سے کس طرح محروم ہوں چنانچہ آنسرورؐ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے سینہ میں جو بھی چیز ڈالی وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دی ظاہر ہے جس قدر مناسبت زیادہ اسی قدر فائدہ صحبت زیادہ لہٰذا اس طرح حضرت صدیقؓ تمام صحابہ سے افضل ٹھہرے اور

صحابہ میں سے کوئی بھی آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکا یہ اسی لیے کہ آپکو آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ مناسبت تھی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضؓ کو کثرت نماز و روزہ سے فضیلت نہیں نہیں دیگئی بلکہ اس چیز کی وجہ سے جوان کے دل گئی ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ وہ چیز محبت اور فنائی حب رسول ﷺ ہے لیس انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے پیغمبر ﷺ کے ایسے ساتھی کو کس طرح قابل ذم و لعن قرار دیا جائے ان کے موتہوں سے بہت بڑی بات نکلتی ہے۔ یہ لوگ جھوٹ کے سوا کچھ منہ سے نہیں نکالتے

علماء ماوراء النہر نے فرمایا کہ حضرت امیر باوجود انتہائی بہادر ہونے کے جب خلفاء ثلثہ سے لوگوں نے بیعت کی تو آپ نے منع نہیں فرمایا بلکہ خود بھی متابعت میں حصہ لیا لہٰذا یہ بات بھی بیعت کے حق ہونے پر کھلی دلیل ہے ورنہ حضرت علی رضؓ کی شان میں فرق آتا ہے

شیعہ نے اس کے جواب میں بطریق نقض کہا اور الزام مشترک جاری کیا لیکن اس کی بھی توجیہہ بطریق منع ہوسکتی ہے جس کو مناظرہ کے فن سے ذرا مذاق ہے اس کے نزدیک یہ بات ظاہر ہے شیعہ نے اس طرح کہا کہ پہلے اس کے حضرت امیر رضؓ آنحضرت کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوں خلفائے ثلثہ نے تعیفہ بنی ساعدہ میں اکثر صحابہ کو جمع کیا اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اب جب علی رضؓ نے اس بات کی خبر سنی تو متبعین کی کمی اور اہل حق کی بلا وجہ خونریزی سے ڈر کر یا کسی اور امر کی بناء پر مزاحمت پر آمادہ نہ ہوئے تو یہ حقیقت ابوبکر رضؓ کی خلافت کے حق ہونے کو نہیں بتاتی دیکھیے حضرت امیر باوجود اس کے کہ بڑے بہادر تھے اور حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر اور آپ

کے علاوہ تمام صحابہ بھی آنجناب کی ہمراہی میں موجود تھے لیکن پھر بھی کفار قریش سے جنگ کئے بغیر مکہ معظمہ سے آنجناب نے ہجرت فرمائی پھر ایک مدت بعد جب واپس مکہ کی طرف پھرے تو حدیبیہ میں پہنچ کر صلح کی اور لوٹ کر چلے گئے لہٰذا جو سبب آنحضرت امیر اور صحابہ کا کفار قریش سے جنگ نہ کرنے کا ہو سکتا ہے وہی سبب حضرت امیر کے جنگ نہ کرنے کا ہو سکتا ہے بلکہ مزید برآں کفار قریش کی سچائی کا وجود ہی نہ تھا مگر حضرت امیر کے مقابل کے لوگ تو پھر بھی کچھ سچائی رکھتے تھے (تو ان کے خلاف امیر کیسے اٹھتے) اہل تحقیق جانتے ہیں کہ یہ نقص اٹھ کر اوپر بھی جا پہنچا ہے یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے کیونکہ فرعون چار سو سال تک تخت سلطنت پر بیٹھا دعویٰ خدائی کرتا رہا اسی طرح شداد نمرود وغیرہ صالہا سال تک اس باطل دعوے میں غلطاں و پیچاں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو باوجود اپنی کمال قدرت کے ہلاک نہیں کیا لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کے حق میں دشمن کے دفعیہ میں تاخیر اور ڈھیل کی گنجائش ہے تو بندہ کے حق میں تو لامحالہ اس کی گنجائش ہوگی۔ اور یہ جو کہا ہے کہ حضرت امیر نے خلفائے ثلثہ سے بیعت کی تو اس کا وقوع بغیر جبر اور تقیہ کے ناقابل تسلیم ہے

(جواب) اس اشکال کے حل کیلئے ہمارا یہ کہنا ہے کہ علمائے ماوراء النہر نے ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کی حقیت پر دونوں امور ملحوظ رکھے ہیں یعنی حضرت امیر کا حضرت ابوبکر سے دوبارہ خلافت جنگ نہ کرنا اور ساتھ ان کی متابعت و بیعت میں حصہ لینا لہٰذا اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں کوئی نقص وارد نہیں ہوتا نہ اس میں قباحت کہ حضرت پیغمبرؐ نے کفار قریش سے جنگ کرنے میں تاخیر کیوں فرمائی

نہ اس میں کوئی خرابی کہ اللہ تعالےٰ نے فرعون شداد نمرود کو ہلاک کرنے میں درنگ
کیوں فرمائی کیونکہ یہاں دوسری صورت کا سرے سے وجود ہی نہیں بلکہ اس کا
نقیض موجود ہے ظاہر ہے حضرت پیغمبر علیہ السلام نے اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے کفار
کی برائی و مذمت ہی فرمائی اور ان کو بغیر برائی کے کبھی یاد نہیں کیا تو کہاں یہ معاملہ
اور کہاں وہ یعنی حضرت امیر نے تو صدیق رضؓ کی تعریف فرمائی اور ان سے بیعت
کی یعنی حضرت امیر کی بیعت حضرت ابوبکر سے چونکہ بطریق تواتر نقل ہوئی ہے اور اس
سے انکار گویا ہدایت کا انکار ہے اس لیے جب شیعہ کو اس سے انکار کا موقع نہ مل
سکا تو گھبرا کر اکراہ اور تقیہ کے قول سے آڑ پکڑی اور حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کے
بطلان کے لیے اس سے بہتر لب کشائی کا کوئی راستہ ان کو نہ سوجھا جب ان کی خلاصی
کا صرف یہ ایک ہی راستہ رہ گیا تو ہم اسی اکراہ و تقیہ کے احتمال کو باطل کرنے اور
خلافت حضرت صدیق رضؓ کو حق بتانے کے لیے کہتے ہیں کہ اصحاب کرام وفات آنحضرتؐ
کے بعد اور دفن سے پہلے انتخاب امام کے مسئلے میں لگ گئے اور امام کے تقرر کو انہوں
نے ختم زمانہ نبوت کے بعد واجب بلکہ اہم الواجبات جانا کیونکہ آنحضرتؐ فرما چکے تھے
کہ حدود قائم کی جائیں سرحدات پر حفاظتی امور عمل میں لائے جائیں جہاد و حفاظت
اسلام کے لیے فوجوں کو تیار کیا جائے تو یہ احکام واجب ہوئے اور ان کو سرانجام
کرنا بغیر امام کے ممکن نہیں لہٰذا جس چیز کے بغیر واجب کا وجود نہ ہو سکے اور وہ دائرہ
قدرت میں بھی ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے پس انتخاب امام بھی واجب ہوا
لہٰذا حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے لوگو جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ
وفات فرما گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالےٰ زندہ ہے، نہیں مرے
گا، پس اس خلافت کا کوئی ذمہ دار مہیا ہونا چاہیئے، اور ا

اب تم اس پر غور کرو اور اپنی رائے پیش کرو سب نے کہا آپ صحیح فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حضرت صدیقؓ سے بیعت کی۔ بعد میں تمام مہاجر و انصار نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا بیعت لینے سے فراغت کے بعد حضرت ابو بکرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حاضرین پر نظر ڈالی حضرت زبیرؓ کو ان میں نہ پایا کر آپ نے ان کو طلب فرمایا جب زبیرؓ موجود ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ زبیرؓ کیا تم اجماع مسلمین کو توڑنا چاہتے ہو انھوں نے جواب دیا یا خلیفہ رسول اللہؐ ہرگز نہیں اور پھر خود حضرت صدیقؓ سے بیعت کی حضرت صدیقؓ نے پھر حاضرین پر نظر ڈالی تو حضرت امیرؓ کو نہ پایا آپ نے ان کو بھی طلب فرمایا جب حضرت امیرؓ آگئے تو حضرت صدیقؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ اجماع امت توڑنا چاہتے ہیں انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اے خلیفہ رسولؐ ہرگز نہیں پھر خود بھی بیعت کی، اب حضرات امیرؓ و زبیرؓ نے تاخیر بیعت کا عذر بدیں الفاظ ظاہر فرمایا "ہمیں صدمہ صرف یوں ہے کہ ہم مشورہ سے بچے رہے ورنہ ہم ابو بکرؓ کو تمام لوگوں میں زیادہ حقدار خلافت جانتے ہیں کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے غار کے ساتھی ہیں اور ہم ان کے شرف و بزرگی کے قائل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو نماز کے لئے سب لوگوں میں منتخب فرمایا

شافعیؒ نے فرمایا کہ سب لوگوں نے بالاتفاق خلافت ابو بکرؓ منظور کی کیونکہ وہی سب میں فضیلت و مرتبہ والے تھے اور جب روئے زمین پر انھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ کر کسی کو بھلا نہیں پایا تو بلا چوں و چرا سب نے ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا پھر یہ بھی ہے کہ اجماع امت ابو بکرؓ و علیؓ و عباس میں سے کسی ایک پر ہوا تھا ان میں سے جب علیؓ اور عباس نے حضرت ابو بکرؓ سے جھگڑا نہیں کیا بلکہ خود بھی بیعت کرلی تو گویا اب اجماع امت امامت ابو بکرؓ پر خود بخود قائم ہو گیا ظاہر ہے کہ اگر ابو بکرؓ

حقدار امامت نہ ہوتے تو علیؓ و عباسؓ ان سے نزاع کرتے چنانچہ علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے نزاع کیا اگرچہ اس وقت معاویہؓ شوکت و شان کے مالک تھے مگر باایں ہمہ آپ نے حضرت معاویہؓ سے اپنا حق طلب فرمایا حتیٰ کہ بڑی خونریزی تک نوبت آئی حالانکہ اس وقت طلب حق کرنا زیادہ دشوار تھا بہ نسبت پہلے موقع کے (یعنی ابتداء خلافت میں) کیونکہ اس وقت نبیؐ سے زمانہ قریب تر تھا اور آپ کے احکام کے نفاذ کی طرف لوگوں کو رغبت بھی بیشتر تھی اور یہ بات بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں کہ حضرت عباسؓ نے حضرت امیرؓ سے بیعت کی حضرت امیرؓ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اگر علیؓ حضرت عباسؓ کی رائے کو حق جانتے تو ان کی فرمائش کو کبھی نہ ٹالتے اور حال یہ تھا کہ حضرت زبیرؓ جیسے شجاع کامل آپ کے ساتھ تھے اور بنی ہاشم اور ایک جماعت کثیر ان کے ساتھ متفق تھی اور خلافت ابی بکرؓ کی حقیت کے ثبوت کے لئے اجماع کافی گو نص اس سلسلہ میں وارد نہیں جیسا کہ جمہور علماء کا قول ہے بلکہ اجماع نصوص غیر متواترہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اجماع کی دلالت قطعی ہے اور نصوص کی دلالت ظنی یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حقیت خلافت ابوبکرؓ پر نصوص بھی وارد ہیں جیسا کہ اہل تحقیق محدثین و مفسرین کا مسلک ہے پس جمہور علماء اہل سنت کے قول کا مطلب ان بعض محققین کے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے نص نہیں فرمائی یعنی اس کا حکم کسی کو نہیں دیا پس ان مذکورہ دلائل سے حضرت صدیقؓ کی خلافت کا حق پر ہونا ثابت ہوگیا اور اکراہ اور تقیہ کا احتمال باطل ہوگیا۔ پھر تقیہ کا احتمال تو اس وقت نکل سکتا ہے کہ اہل زمانہ حق کے پیرو نہ ہوں اور خیر القرون قرنی کی سعادت سے مشرف نہوں لیکن یہاں معاملہ اس کے خلاف ہے، چنانچہ ابن الصلاح اور منذری نے کہا کہ صحابہ سب کے سب عادل و ثقہ ہیں ابن حزم نے کہا کہ صحابہ کل قطعی جنتی ہیں اللہ تعالے

نے فرمایا فتح مکہ سے پہلے جن صحابہ نے دین کی نصرت میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا لیکن اللہ تعالےٰ نے سب سے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے" اب اس سے خطاب انہی صحابہ کو ہے تو ان کے لیے حسنیٰ (جنت) کا ثبوت ملا۔ پھر یہاں یہ وہم پیدا نہ ہو کہ خرچ و جہاد کی قید اس فرمان سے ان صحابہ کو نکالتی ہے جن سے یہ دونوں امر صادر نہیں ہوئے کیونکہ یہ قیدیں بطور غالب احوال کے لگی ہیں لہٰذا ان کے لیے مفہوم مخالف نہیں علاوہ اس کے انفاق و قتال سے مراد بالارادہ و بالقوہ انفاق و قتال بھی ہو سکتا ہے علاوہ ازیں یہ نہیں سوچتے کہ اکراہ و تقیہ کا احتمال تو حضرت امیرؓ کی ذات اقدس میں نقص پیدا کرتا ہے کیونکہ اکراہ کی صورت میں ترک افضلیت ہے اور تقیہ کی شکل میں حق پوشی ہے اور یہ دونوں ممنوع ہیں جب عام مومن حتی الامکان بہتر چیز کے چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے اور ممنوع بات کا ارتکاب نہیں کرتے تو کس طرح شیر خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے شوہر، شجاعت و بہادری میں بے نظیر ایسے ناشائستہ امور کے مرتکب ہوں اور یہ شیعہ انتہائی جہالت و گمراہی کے باعث نقص آنحضرتؓ کی تعریف گمان کرتے ہیں اور آپ کی کمزوری کو آپ کا کمال جانتے ہیں" کیا جس کو بڑے اعمال اچھے کر کے دکھلائے جائیں اور وہ ان کو واقعی اچھا سمجھنے لگے

علمائے ماوراء النہر نے فرمایا کہ جب شیعہ حضرات شیخین ذی النورین اور ازواج مطہرات کو گالی دیتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں تو بروئے شرع کافر ہوئے لہٰذا بادشاہ اسلام اور نیز عام لوگوں پر بحکم خداوندی اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر واجب و لازم ہے کہ ان کو قتل کریں ان کا قلع قمع کریں ان کے مکانات کو برباد و ویران کریں ان کے مال و متاع چھین لیویں یہ سب مسلمانوں کے لئے جائز و روا ہے

شیعہ نے اس کے جواب میں بطریق منع کہا کہ شارح عقائد نسفی نے اس امر پر

کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے اشکال پیش کیا ہے صاحب جامع اصول نے شیعہ کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور صاحب مواقف نے بھی یہی لکھا ہے امام محمد غزالیؒ کے نزدیک شیخین کو گالی دینا کفر نہیں اور شیخ اشعری شیعوں کو بلکہ تمام اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتے لہٰذا یہ حضرات جو شیعوں کو کافر کہتے ہیں نہ تو مومنین کے ساتھ ان کا خیال ملتا ہے نہ قرآن و حدیث کی رو سے یہ اپنے خیال میں حق بجانب ہیں۔

(جواب) ہم اسی رد کیے ہوئے مقدمہ کو سب شیخین کفر ہے اور احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کی روایت محاملی طبرانی اور حاکم عویم بن ساعدہؓ سے کرتے ہیں آنجناب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھکو پسند فرمایا اور میرے اصحاب کو میرے لئے بعض کو ان میں سے وزیر بنایا بعض کو مددگار اور بعض کو رشتہ دار اب جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ اور فدیہ قبول فرمائے گا نہ فرض و نوافل اس کے ذریعہ قبولیت کو پہنچیں گے اسی طرح دار قطنی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایسی قوم آئیگی جن کو رافضی کہیں گے اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرو۔ کیونکہ وہ مشرک ہوں گے (علیؓ) کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نشانی اور پہچان کیا ہے آنجناب نے فرمایا آپ کی شان میں ایسی صفات بیان کر کے بڑھائیں گے جو آپ میں نہیں ہوں گی۔ نیز سلف پر طعن کریں گے اور اسی حدیث کی روایت دوسرے طریق سے بھی کی ہے اور ایک روایت میں اس طرح زیادتی بھی ہے کہ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گالی دیں گے اور جو

میرے اصحاب کو گالی دے اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اسی طرح کی بہت سی احادیث نقل ہیں۔ جو اس رسالہ میں نہیں سما سکتیں۔

نیز شیخین کو گالی دینا ان کے ساتھ بغض رکھنے کا موجب ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے دلیل یہ حدیث ہے جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔ ابن عساکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ محبت ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔ عبداللہ بن احمد حضرت انسؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں اپنی امت کے واسطے ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ محبت رکھنے میں اسی ثواب کی امید رکھتا ہوں جو امید مجھے ان کے لا الہ الا اللہ کہنے میں ہے اب ان کے ساتھ بغض رکھنے کو ان کی محبت پر قیاس کرنا چاہیئے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں نیز مومن کو کافر ٹھہرانا کفر کا سبب ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جس نے کسی پر کفر کی تہمت لگائی اور کہا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے اگر وہ ایسا ہے تو خیر ورنہ یہ تہمت اسی پر لوٹتی ہے۔ اور ہم یقین سے جانتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ مومن ہیں اور خدا کے دشمن نہیں اور ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے لہٰذا ان کو کافر کہنے سے کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا۔ اور اس پر یہی حدیث دال ہے پس ان پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ یہ حدیث گو خبر واحد ہے لیکن ان کی تکفیر کا حکم اس سے معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اجل شیخ اسلام امام عمر ابوذرعہ رازی کہتے ہیں کہ جب تم کسی کو آنحضرتؐ کے کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن حق ہے رسول حق ہیں اور جو آپ لائے ہیں وہ

حق ہے اور یہ سب کچھ ہمیں صحابہ رضؓ سے ہی پہنچا ہے اب ان پر جو جرح کرنا چاہے تو وہ گویا
کتاب اور سنت کو رد کرتا ہے لہٰذا جرح اسی پر زیادہ موزوں ہے اور اس پر زندیق
گمراہ جھوٹا اور معاند ہونے کا حکم لگایا جائیگا۔ فرمایا سہیل بن عبداللہ تستری نے جن کا
علم زہد معرفت اور جلالت شان محتاج تعارف نہیں کہ جس کو اصحاب رسولؐ کے ساتھ
خوش عقیدگی نہ ہو وہ گویا رسول اللہؐ پر ایمان نہیں لایا عبداللہ بن مبارک سے پوچھا
گیا اور آپ کی ذات بھی علم وجلالت شان میں محتاج بیان نہیں کہ معاویہؓ افضل ہیں
یا عمر بن عبدالعزیز آپ نے کہا کہ وہ غبار جو حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں
داخل ہوا جبکہ وہ آنجنابؐ کے ہمرکاب تھے بہتر ہے عمر بن عبدالعزیز سے گویا آپ نے اس
سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت اور آپ کی رویت کا
کوئی چیز مقابلہ نہیں کرسکتی۔ پھر یہ ذکر ان کا ہے جو اکابر صحابہ نہیں ہیں اور آپ کو صرف دیکھنے
کا شرف ان کو نصیب ہے۔ پھر ذرا خیال تو کیجئے کہ جنہوں نے آپ کو دیکھنے کے باوجود آپ
کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جہاد میں شرکت کی ہو یا آپ
کے بعد آنے والوں تک شریعت کی کوئی بات پہنچائی ہو یا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
خاطر اپنا کچھ مال خرچ کیا ہو تو ایسے بزرگوں کی فضیلت تک ذہن کی رسائی ممکن نہیں
اور اس میں شک نہیں کہ شیخینؓ اکابر صحابہؓ میں سے ہیں بلکہ افضل صحابہؓ ہیں پس ان کو
کافر ٹھہرانا بلکہ ان کی تنقیص کرنا کفر و زندقہ اور گمراہی کا باعث ہے۔ نماز کا مسئلہ)
محیط میں حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ وہ خلافت حضرت
صدیقؓ سے منکر ہیں۔ حالانکہ صحابہ کا آپ کی خلافت پر اتفاق ہے۔ خلاصہ میں ہے جو حضرت
صدیق رضؓ کی خلافت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور ہر صاحب خواہش اور صاحب بدعت
کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضیوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں پھر صاحب خلاصہ کہتے

ہیں کہ ہر وہ خواہش جو کفر کی حد تک پہنچا دے اس خواہش والے کے پیچھے نماز جائز نہیں
اگر کفر کی حد تک نہ پہونچائے تو نماز جائز ہے۔ لیکن مکروہ اور اصح قول پر یہی حکم
اس شخص کا ہے جو حضرت عمرؓ کی خلافت سے انکار کرتا ہے لہذا جب ان کی خلافت
سے انکار کفر ٹھہرا تو اس کا کیا حال ہوگا۔ جو ان کو گالی دے یا ان پر لعنت بھیجے اس تقریر
سے صاف ظاہر ہوا کہ شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیث صحاح کے مطابق اور طریق سلف
کے موافق ہے اب بعض اہل سنت سے عدم تکفیر شیعہ کا جو خیال نقل ہے اگر اس کو تسلیم مان
کر عدم تکفیر پر اس کی دلالت کو مان لیا جائے تو اس کو کسی توجیہہ و تاویل پر محمول کریں گے
تاکہ وہ احادیث اور مذہب جمہور علماء کے مطابق ہو نیز شیعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے
سب و لعن سے انکار کر کے مخالفت نص قرآنی کی بناء پر آپ پر طعن و تشنیع ثابت
کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس خبث و فحش کلامی کا حضرت عائشہؓ کے بارے میں شیعہ
پر الزام لگایا جاتا ہے خدا کی پناہ (ہم اس سے بری ہیں) ہاں البتہ جب عائشہؓ نے حکم
خداوندی وقرن فی بیوتکن (اور رہو اپنے گھروں میں) کی مخالفت کی اور بصرہ میں آکر حضرت
امیر کے خلاف صف آراء ہوئیں جب کہ بمطابق حدیث تمہارے ساتھ لڑائی میرے ساتھ لڑائی
ہے تو گویا حضرت امیر سے جنگ کرنا خود حضرت پیغمبر علیہ السلام سے جنگ کرنا ہے۔ اور
آنجنابؐ سے جنگ کرنے والا یقیناً مقبول نہیں لہذا اس بناء پر عائشہؓ طعن و تشنیع کا نشانہ
بنیں (جواب) اور پوشیدہ نہ رہے کہ گھروں میں رہنے کا حکم اور ان سے نکلنے کی ممانعت مطلق
سے مراد نہیں کہ تمام حالات اور زمانوں کو شامل کیا ہو۔ کیونکہ بعض
ازواج آنحضرتؐ کا خود آنجناب کے ساتھ بعض سفروں میں جانا اس پر دلالت
کرتا ہے لہذا گھروں میں رہنے کی خاص اوقات و احوال سے تخصیص ہو گئی اور عام مخصوص
البعض کے زمرہ میں آگیا اور عام مخصوص البعض کا مفہوم ظنی ہوتا ہے نیز حکم کے اختیار رہتا

ہے کہ وہ دوسرے افراد کو علت مشترکہ کے ذریعہ اس سے خارج کرے اور بلا شبہ حضرت عائشہ رضی
عالمہ مجتہدہ تھیں چنانچہ ترمذی ابو موسیٰ رض سے روایت لاتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہم اصحاب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی حدیث کے بارے میں کوئی اشکال ہوا اور ہم نے اس کو
حضرت عائشہ رض کے سامنے پیش کیا تو ہم نے اس کے متعلق ان کے پاس پورا پورا علم پایا اور
اسی طرح ترمذی موسیٰ ابن طلحہ رض سے روایت لاتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے کسی کو حضرت
عائشہ سے زیادہ فصیح نہ پایا قیس ہو سکتا ہے کہ عائشہ رض نے بعض اوقات یا بعض حالات میں
کچھ منافع و مصالح کی بناء پر اپنے نکلنے کو اس حکم سے مخصوص کر لیا ہو اور اس میں کوئی قباحت
نہیں اور اس پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ آیت سے بظاہر بلا
ستر و حجاب نکلنے سے ممانعت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ بعد کا کلام ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى
اس پر صاف دال ہے لیکن اگر ستر حجاب کی پوری رعایت سے نکلنا ہو تو وہ نہی سے خارج ہے۔

ظاہر ہے حضرت صدیقہ رض کا نکلنا اصلاح کے لئے تھا نہ کہ لڑائی کے لیے محققین کی یہی
تحقیق ہے اور اگر لڑائی کے لیے بھی ہوتا جیسا کہ مشہور ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ
وہ اجتہاد کی بناء پر تھا نہ خواہش نفسانی کے باعث چنانچہ شارح مواقف آمدی سے نقل
کرتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد پر مبنی تھے اور مجتہد کو اپنے اجتہاد میں غلطی
پر ہو اس پر گرفت نہیں، قاضی بیضاوی تفسیر آیۃ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم" کے ذیل
میں کہتے ہیں کہ اگر لوح محفوظ میں یہ حکم پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم سب کو عذاب آن پکڑتا اور
وہ لکھا ہوا یہ ہے کہ مجتہد کو اس کی اجتہادی غلطی پر سزا نہ دی جائے گی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد
کی غلطی خدا کے نزدیک ہدایت ہے جیسا کہ عمر بن الخطاب رض کی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنے بعد صحابہ رض کے اختلاف کے بارے
میں سوال کیا تو جواب میں وحی آئی اے محمد تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمانی ستاروں

کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی تر ہیں اگرچہ سب کے سب پُر نور ہیں پس جس نے ان کے پاس سے کچھ لیا تو وہ ہدایت پر ہے پھر کہا میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ رہی حدیث "حربک حربی" تو ہو سکتا ہے یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہ پہنچی ہو یا کسی خاص لڑائی کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ ہو سکتا ہے (حربک میں اضافت عہد کے لئے ہو یعنی فلاں لڑائی جو حضرت علی رضؓ سے کرے گا۔ وہ میرے ساتھ لڑائی کرے گا اعتراض شیعہ بر کتب اہل سنت)

نیز اپنی کتابوں کو رواج دینے اور کتب اہل سنت کو کمزور بنانے کے لئے شیعہ نے بیان کیا ہے کہ اہل تشیع تو یہ کہتے ہیں کہ جس وقت ابن ام مکتوم خدمت آنحضرتؐ میں تھے آپ کی اہل حرم میں سے کسی کا گذر ہوا آنجنابؐ نے اس پر اعتراض فرمایا انھوں نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص تو اندھا ہے۔ آنجنابؐ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو اور (اب ذرا دیکھیں) اہل سنت اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے عائشہ رضؓ کو اپنے شانہ مبارک پر اٹھایا تاکہ وہ اس جماعت کا تماشا دیکھیں جو گلی میں ساز نوازی کر رہی تھی پھر ایک مدت بعد فرمایا اے حمیرا، لقب حضرت عائشہ رضؓ کیا تم تماشے سے سیر ہوئیں۔ اس فعل کی نسبت رذیل ترین انسان کی طرف بھی نہیں کر سکتے۔ (جواب) پوشیدہ نہ رہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آیت کے نزول سے پہلے کا ہو اور ابن ام مکتوم سے پردہ کرنے کا حکم بعد کا۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کھیل جائز ہو اور ممنوع نہ ہو۔ چنانچہ صحیح احادیث سے اس کی تائید بھی ملتی ہے جو عنقریب زیر تحریر آئیں گی۔ کہ آنحضرتؐ کی مسجد میں نیزہ بازی ہوا کرتی تھی اور اس کی حیثیت تیر اندازی کی سی ہے کیونکہ دونوں کرتب جہاد کے آئے ہیں۔ اور تیر اندازی لامحالہ مشروع ہے پس ضرور نیزہ بازی بھی اسی شمار میں آئے گی۔ پھر مسجد میں اس کھیل کا کھیلا جانا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ کھیل جائز و مشروع تھا۔ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں

کہ یہ واقعہ بعد نزول آیت حجاب کا ہے کہ ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ اس وقت حضرت صدیقہؓ کم سن تھیں۔ مکلفہ نہ تھیں (کہ پردہ کی ذمہ داری ان پر آتی) جیسا کہ بخاری ومسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے جو وہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتی ہیں البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی لوگ مسجد میں بیٹھ کھیلتے ہوتے آنجناب! مجھ کو اپنی چادر کی آڑ میں لے لیتے تاکہ میں حبشیوں کا کھیل آپ کے شانے اور کان کے درمیان سے دیکھوں پھر میں کہتی ہوں کہ آپ میری ہی وجہ سے کھڑے رہتے حتیٰ کہ میں ہی واپس لوٹتی۔ لہٰذا اس سے اندازہ کیجئے ایک کم سن کھیل کی حریص لڑکی کے شوق کا۔

جان لیجئے کہ صحابہ کرام کے معاملات میں دخل دینا اور ان کے اختلافات میں فیصلہ کرنا حد درجہ کی بے ادبی اور انتہائی بدنصیبی ہے۔ اس میں سلامتی کا پہلو یہ ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان جو اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے ہیں ان سب کو حق سبحانہ کے علم کے سپرد کریں اور ان سب کو نیکی سے یاد کریں اور ان کے ساتھ محبت کو حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ محبت جانیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے "جس نے ان کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت ہونے کی وجہ سے ان سے محبت کی۔"

شافعیؒ نے فرمایا اور یہ دراصل عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ ان صحابہ کے وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہمیں چاہئے کہ ہم ان سے اپنی زبان کو پاک رکھیں۔ لیکن چونکہ بداصل شیعہ صحابہ کو برائی سے یاد کرتے ہیں ان پر سب ولعن کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اس لئے علمائے اسلام پر واجب ولازم ہے کہ ان کی پرزور تردید کریں اور ان کے مفاسد کو طشت از بام کریں چنانچہ اس حقیر کی چند باتیں جو تحریر میں آئی ہیں وہ اسی نیت سے ذکر ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر بھول جائیں ہم یا چوک جائیں اور اے ہمارے پروردگار نہ رکھ ہم پر بوجھ جیسا کہ رکھا تو نے ان پر جو ہم سے پہلے تھے اور اے ہمارے رب نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہ ہو طاقت ہم میں اس کی اور معاف کر ہم کو اور بخشش کر ہماری اور رحم فرما ہم پر تو ہے ہمارے آقا بس مدد فرما ہماری قوم کافرین پر۔

یہ ہے جو کچھ مجھ کو ان شیعوں کے رد میں میسر آسکا اور ان کی برائی کے اظہار میں مہیا ہو سکا، اللہ کی توفیق اور اس کی مدد و معاونت کے طفیل۔ اب ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم و ثابت رکھے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی توفیق عنایت فرمائے اور اب اس رسالہ کو ہم اچھے خاتمہ سے ختم کرتے ہیں اور اہل بیتؓ کے مناقب و محاسن مدائح و فضائل بھی اس کے ساتھ ضم کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ سبحانہ نے اے اہل بیت تم کو اللہ تعالیٰ نجاست سے پاک کرنا چاہتا ہے اور تم کو پاک کرے گا اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت علیؓ فاطمہؓ اور حسینؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں ضمیر "عنکم" کی مذکر ہے اور جو بعد کی ضمیریں ہیں وہ بھی مذکر ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے حق میں اتری ہے کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔ ذکرن ما تتلی فی بیوتکن یعنی ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ تفسیر ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امام احمد نے ابی سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پانچ بزرگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ فاطمہؓ حسنؓ اور حسینؓ۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ آیت میں اہل سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔ رجس سے مراد گناہ اور ارکان ایمان میں شک کرنا ہے اور اس روایت کے بعض طریقوں میں لیذھب عنکم الرجس سے مراد اہل بیت پر آگ کو حرام

کرتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ جب آیت مباہلہ ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ فاطمہؓ اور حسنؓ کو بلایا اور فرمایا، اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہیں جس نے ان کو غصے کیا اس نے مجھ کو غصے کیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو چیز ان کو بے چین کرتی ہے وہ مجھکو بے چین و بیقرار کرتی ہے اور جو ان کو اذیت پہنچائی ہے وہ مجھکو اذیت پہنچاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلا جب آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر پہنچے تو فرمایا کیا یہاں لڑکا ہے کیا یہاں بچہ ہے یعنی حسنؓ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کے گلے سے لپٹ گئے اور آپ بھی ان سے لپٹ گئے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس شخص سے بھی تو محبت کر جو اس سے محبت کرے انسؓ کہتے ہیں کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ کوئی شخص نہیں تھا۔ اور حسینؓ کی نسبت بھی انسؓ نے کہا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوط پکڑے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک ایک لٹکی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری اولاد اور اہل بیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض کوثر پر آئیں گی پس تم دیکھو میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو انہیں زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ جو علیؓ فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو شخص ان سے مصالحت رکھتے ہیں اس سے

مصالحت رکھنے والا ہوں۔ جمیع بن عمیر رضی کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ عائشہ رضی کے خدمت میں حاضر ہوا انہیں میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں کون زیادہ عزیز ہے انھوں نے کہا فاطمہ رضی پھر میں نے پوچھا اچھا مردوں میں کو سب سے زیادہ محبوب ہے فرمایا ان کے شوہر (علی رضی)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنجناب نے فرمایا حسن رضی و حسین رضی دنیا کے دو پھول ہیں حضرت علی رضی کہتے ہیں کہ حسن رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ تک سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں اور حسین جسم کے زیریں حصہ میں آنجناب سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

ابن عباس رضی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے بچے تو بڑی اچھی سواری پر سوار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

عائشہ فرماتی ہیں کہ لوگ ہدیئے بھیجنے کے اس دن کے انتظار میں رہتے جبکہ آپ میرے ہاں ہوتے اور اس سے محض آنجناب کی خوشنودی مقصود ہوتی فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں عائشہ رضی حفصہ رضی، صفیہ اور سودہ رضی۔ اور دوسرے گروہ میں ام سلمہ رضی اور سب بیویاں تھیں پس ام سلمہ رضی کے گروہ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ آنجناب لوگوں سے فرمادیں کہ جو شخص بھی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہے وہ پیش کردے خواہ آپ کسی بھی بیوی کے ہاں تشریف رکھتے ہوں آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو عائشہ کے بارے میں مت ستاؤ اس لئے کہ وحی میرے پاس کسی عورت کے لحاف میں نہیں آتی سوائے عائشہ کے اس پر حضرت ام سلمہ رضی بولیں یا رسول اللہ میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں کہ میں آپ کو تکلیف پہنچاؤں پھر ام سلمہ رضی کے گروہ نے مطلب برآری میں حضرت فاطمہ رضی کو واسطہ ڈال کر ان کو آنجناب کے پاس بھیجا انھوں نے اس بارے میں بات چیت کی آنجناب نے فرمایا اے بیٹی کیا تم اس سے محبت

نہیں رکھتیں جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ بیشک آپؐ نے فرمایا بس تو تم عائشہ سے محبت رکھو۔

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے کسی بھی بیوی پر اس قدر رشک نہیں ہوتا تھا جس قدر حضرت خدیجہؓ پر ہوتا تھا حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر و بیشتر یاد فرمایا کرتے تھے اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیجتے اور بہت دفعہ میں کہہ دیا کرتی کہ آپ کے نزدیک سوائے خدیجہؓ کے دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں اس کے جواب میں آپؐ فرماتے خدیجہؓ ایسی تھیں ایسی تھیں اور ان کے بطن سے میری اولاد ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے تم خدا سے اس لیے محبت کرو کہ وہ غذا اور اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے اس لیے محبت کرو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھو ابوذرؓ کعبہ کے دروازہ کو پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اہل بیت تمہارے لئے نوحؑ کی کشتی کے مانند ہیں جو شخص اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاکی کا لقمہ ہوا بس رسالہ اسی پر ختم ہوتا ہے۔

اے میرے معبود بنی فاطمہ کے طفیل ایمان پر میرا خاتمہ کر

اگر میری دعا قبولیت کو نہ پہنچی تو آل رسول کا دامن تھام لوں گا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر اے اللہ بنی ۲

عربی اور اہل بیت کے صدقہ میں میری اور میرے والدین کی بخشش فرما اور تمام احباب سردار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کے طفیل میرے والدین اور مجھ کو احسان سے نواز اب خاتمہ پر ساری تعریف اللہ کے لئے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب محمد نبی امی پر جو قیامت تک کے لوگوں کے لیے سردار و آقا ہیں..

خدّامِ اہلسنّت کی دعاء

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

[illegible] — [illegible]

خدایا اہلِ سنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبی کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیِ پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدایا ہم کو

تمنا تھی نبیؐ کی پرچمِ اسلام ہو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایران کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہوا پاکستاں کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا نظریہ کامل

ہوا آئینی تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو[1]
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر اک سنی مسلمان وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیرا غفراں

---

[1] الحمد للہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔



خلفائے راشدین

خلیفۂ اول
حضرت ابوبکر صدیق رض

خلیفۂ دوم
حضرت عمر فاروق اعظم رض

خلیفۂ سوم
حضرت عثمان غنی رض

خلیفۂ چہارم
حضرت علی مرتضےٰ رض

مؤلفہ
امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الینا خاتم النبیین داعیا الی اکمل الادیان ھادیا الی الشرع المتین فصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم وعلی آلہ واصحابہ وخلفاء الراشدین المھدیین ووفقنا لاتباعھم فی حشرنا فی زمرتھم یوم الدین

امابعد:۔ رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت قدسیہ موسوم بہ نغمہ عنبریہ کی تالیف کے بعد بعض مخلصین کا اصرار ہوا کہ اسی طرز پر آپ کے خلفائے راشدین کا تذکرہ بھی عبارت کی سہولت و اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھ دیا جائے تو برادران دینی کے لئے بہت مفید ہو اور جس طرح "نغمہ عنبریہ" مسلمان بچوں کے درس میں داخل ہوگئی ہے اسی طرح خلفائے راشدینؓ کا تذکرہ بھی داخل درس ہو کر مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی دینی واقفیت اور مذہبی حفاظت کا ذریعہ بن جائے۔ اس اصرار کے ساتھ خود میرے دل کا تقاضا بھی تھا مگر وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ کا تذکرہ اور ان کے اوصاف و کمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذکر مبارک کا تتمہ اور تکملہ ہے بلکہ ان حضرات کے کمالات کا مطالعہ کرنے سے جو عظمت و رفعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو محبت آپ کی دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی دوسرے طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ ان حضرات کی یاد میں ایمان کی قوت و تازگی پیدا کرنے کی جو تاثیر ہے اس کو کسی اور چیز میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر یہ مبارک تذکرہ شروع کرتا ہوں۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس کے اتمام کی توفیق دے اس کو اور میری تمام تالیفات کو و نیز میرے سب کاموں کو قبول فرمائے اور برادران دینی کو ان سے منتفع کرے آمین۔

اصل تذکرہ سے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں اختصار کے ساتھ اُن عقائد کا بیان ہے جو صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق اہل سنّت کے لئے ضروری ہیں۔

صحابۂ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد

عقیدہ نمبر ۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بہت بڑی چیز ہے۔ اس امت میں صحابۂ کرامؓ کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوگئی۔ مابعد والوں میں بڑے سے بڑا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔

ف صحابہ کرام کی تعداد غزوہ بدر میں تین سو چودہ (۳۱۴) تھی اور حدیبیہ میں پندرہ سو (۱۵۰۰) فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے آخری حج میں چالیس ہزار، غزوۂ تبوک میں ستر ہزار اور بوقت وفات نبوی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور جن صحابہ کرام سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں ان کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

عقیدہ نمبر ۲ صحابۂ کرام میں مہاجرین و انصار کا مرتبہ باقی صحابہ سے زیادہ ہے اور مہاجرین و انصار میں اہل حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر اور اہل بدر میں چاروں خلفاء کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ چاروں خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پھر حضرت عمر فاروق رضہ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

ف:۔ مہاجرینؓ ان صحابہ کرام کو کہتے ہیں جنھوں نے خدا اور رسول کے لئے اپنے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا۔ جن کی مجموعی تعداد ایک سو چودہ تھی اور انصارؓ ان صحابہ کرام کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کو اور مہاجرینؓ کو اپنے شہر میں جگہ دی اور ہر طرح کی مدد کی۔

عقیدہ نمبر ۳ چاروں خلفاءؓ کا افضل امت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لئے منتخب ہو جاتے تو بھی یہ حضرات رضہ افضل امت مانے جاتے۔

عقیدہ نمبر ۴ خلیفہ رسولؐ مثل رسولؐ کے معصوم نہیں ہوتا۔ نہ اس کی اطاعت ہر کام میں مثل رسولؐ کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے۔ بالفرض کوئی خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اس کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ عصمت، خاصۂ نبوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ نبوت کے خلاف ہے۔

عقیدہ نمبر ۵ | خلیفہ رسولؐ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے احکام دے نہ اس کو کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے بلکہ اس کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن و حدیث پر لوگوں کو عمل کرائے۔ احکام شرعیہ کو نافذ کرے اور انتظامی امور کو سر انجام دے۔

عقیدہ نمبر ۶ | خلیفہ رسولؐ کا مقرر کرنا خدا کے ذمہ نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ جس طرح امام نماز کا مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمہ ہوتا ہے۔

ف: اہل سنت و جماعت جو خلفائے راشدین کی خلافت کو منجانب اللہ مانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خلفاءؓ مہاجرینؓ میں سے ہیں اور مہاجرینؓ میں اہلیت خلافت کا ہونا اور جو ان میں سے خلیفہ ہو جائے اس کی خلافت کا پسندیدہ خدا ہونا قرآن مجید میں وارد ہو چکا ہے۔ دیکھئے ہمارا رسالہ تفسیر آیت تمکین

حضرت ابوبکر صدیقؓ یا تینوں خلفاء کی خلافت کو منصوص کہنا بایں معنی نہیں ہے کہ خدا یا رسول نے ان کو خلیفہ کر دیا تھا۔ بلکہ بایں معنی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا اور خلیفہ موعود کے متعلق کچھ علامات اور کچھ پیشین گوئیاں ارشاد فرمائیں جو ان تینوں خلفاء میں پائی گئیں اور ان تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد ان آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ علیٰ ہذا احادیث نبویہ میں بھی ان تینوں خلفاء کے متعلق پیشین گوئیاں بہت ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق تو ان پیشین گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر امام نماز بنا دیا تھا۔

عقیدہ نمبر ۷ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں حضرت خدیجہ رضہ، حضرت زینب بنت خزیمہ رضہ ان دونوں کی وفات آپ کے سامنے ہی ہو گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضہ، حضرت حفصہ رضہ، حضرت ام حبیبہ رضہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام سلمہ رضہ، حضرت صفیہ رضہ، حضرت سودہ رضہ، حضرت میمونہ رضہ، حضرت جویریہ رضہ، یہ سب بی بیاں خدا اور رسول کی برگزیدہ اور تمام ایمان والوں کی مائیں تھیں اور سارے جہان کی ایمان والی عورتوں سے افضل تھیں۔ اور ان میں بھی حضرت خدیجہ رضہ اور حضرت عائشہ رضہ کا رتبہ زیادہ ہے۔

عقیدہ نمبر ۸ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ حضرت زینب رضہ جن کا نکاح حضرت ابوالعاص سے ہوا۔ حضرت رقیہ رضہ حضرت ام کلثوم رضہ۔ ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت فاطمہ رضہ جن کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ ہوا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اور صاحب فضائل تھیں۔ اور ان چاروں میں حضرت فاطمہ رضہ کا رتبہ سب سے زیادہ ہے وہ اپنی ماؤں اور تمام جنتی بی بیوں کی سردار تھیں۔

ف۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو کہنا نص قرآنی[1] کے خلاف ہے۔

عقیدہ نمبر ۹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہ رضہ اور حضرت عباس رضہ ایمان لائے تھے۔ ان دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور حضرت حمزہ رضہ کا مرتبہ خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے۔ ان کو رسول خدا

---

[1] قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ ۔ اے نبی اپنی بی بیوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے۔ جمع کا صیغہ ارشاد فرمایا جو عربی زبان میں تین سے کم پر نہیں بولا جاتا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیِّدُ الشُّهَدَاء[1] کا خطاب دیا تھا جبکہ وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور آپ کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہؓ مشرف باسلام ہوئیں۔

عقیدہ نمبر ۱۰۔ مہاجرینؓ وانصارؓ بالخصوص اہل حدیبیہ میں باہم رنجش وعداوت بیان کرنا افترا اور بے دینی ہے۔ قرآن مجید کی نصوص[2] صریحہ کے خلاف ہے۔

ف حضرت علی رضؓ اور تینوں خلفاء میں رنجش بتانا قرآن مجید کی تکذیب کے علاوہ واقعات قطعیہ کے خلاف ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۱ صحابہ کرامؓ کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی و بہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام میں باہم کوئی جھگڑا ہوا ہو ہمیں دونوں فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جبا[3] سے۔

---

[1] بعض لوگ ناواقفیت یا بے توجہی سے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کہہ دیتے ہیں حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص لقب کسی کو دیا ہو وہ اسی کے ساتھ مخصوص رہنا چاہیئے [2] اہل حدیبیہ کے حق میں ارشاد خداوندی ہے کہ رحماء بینھم یعنی وہ باہم مہربان ہیں اور عموماً مہاجرین اور انصار کے حق میں ہے ھوالذی الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یعنی اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ پس خدا کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

[3] مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان میں ایک ایسی بات ہو گئی

تو ہم کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں پر ایمان لانا بنص قرآنی ہم پر فرض ہے۔

ف حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کو اپنے زمانۂ خلافت میں دو خانہ جنگیوں پیش آئیں اول جنگ جمل جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ تھیں اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دونوں جانب اکابر صحابہؓ تھے، مگر یہ لڑائی دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آگئی ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعثِ خونریزی جنگ جمل

ورنہ شیرِ حق سے طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ و جدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب میں حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے تذکرہ میں انشاء اللہ بیان ہوگا۔

دوم۔ جنگ صفین۔ جس میں ایک جانب حضرت علی رضؓ اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ اس لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھ والے باغی اور خاطی۔ مگر اس خطا پر ان کو بُرا کہنا جائز نہیں کیوں کہ وہ بھی صحابی ہیں۔ صاحب فضائل ہیں اور ان کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے۔ ایسی

(بقیہ صفحہ ۱۰) کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ہمارے لئے دونوں واجب التعظیم ہیں۔ نص قرآنی ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ خدا کے رسولوں میں ہم تفرقہ نہیں کرتے۔

خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں جس پر عقلاً و شرعاً کسی طرح مواخذہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخلفا میں فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زینہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نیفتی تا مرتکب حرام نشوی۔

جاننا چاہیئے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے اور زمرہ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے۔ خبردار ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں پڑ کر فعل حرام کے مرتکب نہ بننا۔

حضرت معاویہ ابتداءً تو باغی تھے مگر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح و بیعت کے بعد وہ بلاشبہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہماری کتاب ترجمہ تطہیر الجنان کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اس مرض کے لئے انشاء اللہ شفائے کامل ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۲ صحابہ کرام۔ خصوصاً مہاجرین رضی اللہ عنہم و انصار رضی اللہ عنہم سے بدگمانی رکھنا ان کو برا کہنا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور شریعت الٰہیہ کی کھلی ہوئی بغاوت ہے ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

ف۔ فرقہ روافض جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ مہاجرین رضی اللہ عنہم و انصار رضی اللہ عنہم کی بدگوئی کرتا ہے اور ہجرت و نصرت کو فضیلت کی چیز نہیں کہتا۔ گو یہ صریح خلاف ورزی[1]

۱؎ ہمارا رسالہ تفسیر آیات مدح مہاجرین رضی اللہ عنہم دیکھئے جس میں دس آیات قرآنیہ کی تفسیر ہے

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

قرآن مجید کی ہے اور اس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت مشکوک[لہ] ہو جائیں گے لیکن اس بناء پر ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے۔ اہل سنّت کا مسلک یہ ہے کہ جب تک صریح انکار ضروریات دین کا نہ ہو اس وقت تک کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنا چاہیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا نکفر احدا من اہل القبلۃ یعنی ہم اہل قبلہ میں[عہ] سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

روافض کا کفر اس بنیاد پر قطعی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تحریف[عہ] کے قائل ہیں

(بقیہ حاشیہ صہ؟) اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں کیسے عظیم الشان فضائل مہاجرین و انصار کے ہیں اور کس صراحت کے ساتھ ہیں۔

لہ قرآن شریف کے کتاب اللہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور دلائل نبوت کے چشم دید گواہ صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار ہیں۔ انہیں نے اور ان کے تابعین نے تمام دنیا کے سامنے اس بات کی عینی شہادت دی کہ یہ قرآن وہی کتاب ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ فرماتے تھے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کو ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے معجزات اور دلائل نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ظاہر ہے کہ جب کسی واقعہ کے چشم دید گواہ مجروح کر دیئے جائیں تو وہ واقعہ مشکوک بلکہ واجب التکذیب ہو جاتا ہے۔

عہ اہل قبلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے یا کعبہ کا قبلہ ہونا مان لے۔ یہ بات تو کفار مکہ میں بھی موجود تھی۔ بلکہ اہل قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اس قبلہ کی جو ملت ہے۔ اس ملت کے تمام ضروریات کو مانتا ہو جیسا کہ علامہ علی قاری نے

(آئندہ صفحہ پر)

اور معاذ اللہ اس کو اصلی قرآن نہیں مانتے۔

یہ بارہ عقیدے جو بیان کئے گئے اہل سنّت وجماعت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر عقیدے وہ ہیں جن کا ماخذ قرآن مجید ہے حق تعالیٰ ہم سب کو ان پاک عقائد پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔





(بقیہ حاشیہ ص ۱۲) شرح فقہ اکبر میں تصریح فرمائی ہے ۱۲

۲ ہماری کتاب تنبیہ الحائرین اوساول من المائتین دیکھو۔ اس میں یہ مسئلہ مفصل ملے گا کہ کتب شیعہ میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی ہیں اور کوئی شیعہ آج تک منکر تحریف نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے گنتی کے چار شخص البتہ منکر تحریف کہے جاتے ہیں مگر ان کا انکار از راہ تقیہ ہے۔

(۳) دیوبندی اکابر کے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے حسب ذیل اشعار بعنوان "در مدح چار یار کرامؓ" اہل سُنّت کے لئے بصیرت افزا ہیں:-

پڑھ تو امداد اس پہ صلوٰت و سلام — آل اور اصحاب پر اسکے تمام
چار یار اس کے ہیں چاروں خاصِ حق — ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ — دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی
چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر — ملکِ اسلام ان سے ہے رونق پذیر
زیبِ ایوانِ شریعت ہیں یہ چار — رونقِ باغِ طریقت ہیں یہ چار
ہیں یہ ملکِ معرفت کے شہریار — ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار
قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار — ملت حق کی ہیں یہ انہار چار
ہیں طریقِ حق کے چاروں رہنموں — ہیں یہ ایوانِ خلافت کے ستون
ہیں یہ ملکِ دین کی سرحد چہار — جو ہوا ہے ان سے ہے مردود و خوار
بحرِ وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن — ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن
جو کرے دو سمجھے انہیں احول ہے وہ — دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ
جو کوئی ان سے ہوا بد اعتقاد — ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد
جو ہیں اہلِ بیت اور آلِ رسول — گلشنِ دیں کے ہیں سب مقبول پھول
ہے ہر اک ان سب کا بے شک و یقین — مغزِ ملت، جانِ ایماں، روحِ دین
جس قدر ہو ان سے الفت میں کمی — اس قدر ہے دین ملت میں کمی

ایک کا بھی ان سے جو بدخواہ ہو — راہِ حق سے بے شبہ گمراہ ہو
جتنے ہیں اصحابِ پیغمبر تمام — ہے ہر اک نجمِ ہدایت والسلام
اک صحابی سے بھی گر ہو سوئے ظن — ہے وہ بیشک لائقِ گردن زدن
بھیج تو ان سب پہ صلوات و سلام — ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام